ٹوپی وپگڑی سے

یا

ننگے سر نماز؟

تالیف

ابوعدنان محمد منیر قمر نواب الدین

ترجمان سپریم کورٹ ۔ الخبر ۔ سعودی عرب

ناشرین

توحید پبلیکیشنز (جدید) بنگلور۔انڈیا

نامِ کتاب : ☆ٹوپی وپگڑی سے یا ننگے سرنماز

تالیف: ☆ابوعدنان محمد منیر قمر نواب الدین

کمپوزنگ : ☆مسعود سہیل شاہد ستار

طبع اول : ☆اپریل ۲۰۰۲ء

ہندوستان میں ملنے کے پتے

☆توحید پبلیکیشنز ،ایس.آر.کے.گارڈن

بنگلور۔فون.٦٦٥٠٦١٨

☆ چارمینار بک سٹور

چارمینار روڈ،شیواجینگر ،بنگلور۔١

ناشرین

توحید پبلیکیشنز (جدید) بنگلور۔انڈیا



فہرستِ مضامین

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

پیش رس

﴿إنَّ الْحَمْدَ لِلّٰہِ نَحْمَدُہ‘ وَ نَسْتَعِیْنُہ‘ وَ نَسْتَغْفِرُہ‘ وَ نَعُوْذُ بِا للّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَ سَیِّئَاتِ اَعْمَالِنَا ، مَنْ یَهْدِہِ اللّٰہُ فَلاَ مُضِلَّ لَہٗ وَ مَنْ یُّضْلِلْ فَلاَ هَادِیَ لَہٗ وَ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِ لَّااللّٰہُ وَ حْدَہ‘ لَا شَرِیْکَ لَہ‘ وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّداً عَبْدُہٗ وَ رَسُوْلُہٗ﴾ اَمَّا بَعْدُ:

قارئینِ کرام! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

نماز کی ادائیگی کے دوران سر پر عمامہ و پگڑی یا ٹوپی ہونا ضروری ہے؟ یا ننگے سر نماز پڑھی جاسکتی ہے؟ اس سلسلہ میں بعض لوگوں میں افراط و تفریط پائی جاتی ہے، کچھ لوگ سر ڈھانپنے کو فرض و واجب کی شکل میں پیش کرتے ہیں اور کچھ دوسرا کپڑا یا ٹوپی ہوتے ہوئے اتار کر رکھ دیتے اور ننگے سر نماز پڑھتے ہیں۔ اس رسالہ میں ان دونوں انتہاؤں کا دلائل کی روشنی میں جائزہ لیا گیا ہے۔

یہ دراصل ہماری چند ریڈیائی تقاریر ہیں جو ریڈیو متحدہ عرب امارات ام القیوین سے نشر ہوئیں تھیں، ہمارے فاضل دوست حافظ ارشاد الحق (الذید۔ شارجہ) نے تحریر کے قالب میں ڈھال دیا ہے۔ جس پر ہم انکے شکر گزار ہیں، فَجَزَاہُ اللّٰہُ خَیْراً۔

یہ موضوع پہلے ہماری کتاب فقہ الصلوٰۃ (نمازِ نبوی مدلّل) کی جلد دوم میں شائع ہو چکا ہے اور یہ اسکی دوسری مستقل اشاعت ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ مؤلف، مرتب اور تمام معاونین کی محنت کو قبول فرمائے، اس رسالے کو شرفِ قبول سے نوازے اور قارئین کیلئے استفادہ کا باعث بنائے۔ آمین ۵؍صفر ۱۴۲۱ھ

مؤلف:۔ ابوعدنان محمد منیر قمر نواب الدین، ترجمان سپریم کورٹ، الخبر ۹؍مئی ۲۰۰۰ء

وداعیہ متعاون۔ مراکز دعوت وارشاد الدمام، الخبر الظہران (ایئربیس) سعودی عرب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نماز میں پگڑی یا ٹوپی سے سر کو ڈھانپنا

نماز کے لئے لباس کے ضمن میں کسی صحیح وصریح اور خاص حدیثِ رسول ﷺ سے، آئمہ اربعہ رحمہم اللہ میں سے کسی امام سے اور فقہاء ومحدّثین رحمہم اللہ میں سے کسی فقیہہ یا محدّث سے یہ ثابت نہیں کہ مردوں کو نماز میں سر کا ڈھانپنا بھی شرط یا واجب یا ضروری قرار دیا گیا ہو۔

مگر ہمارے یہاں اس سلسلہ میں بڑے تشدّد سے کام لیا جاتا ہے۔ اگر کوئی ننگے سر نماز پڑھ لے تو اسے بڑی خشمگین آنکھوں سے تاڑا جاتا ہے۔ جیسے کہ اس سے کوئی بہت ہی گھناؤنا جُرم سرزد ہو گیا ہو، اور اس شخص کو بڑا بُرا سمجھا جاتا ہے۔ جیسے کہ اس نے کسی گناہِ کبیرہ کا علانیہ ارتکاب کر لیا ہو۔ اور کئی ''مہربان'' ازراہِ شفقت کوئی نہ کوئی بوسیدہ سی کھجور کے پتّوں کی بنی ہوئی یا پھر کوئی سوتی مگر تیل اور میل سے اٹی ہوئی ٹوپی اُٹھا کر اس کے سر پر رکھ دیتے ہیں۔ اور بعض حضرات شدّتِ احساس میں اس حد تک مبتلا ہو جاتے ہیں کہ پاس کوئی رومال یا ٹوپی نہ ہو اور مسجد سے بھی کسی چیز کے میسّر نہ آنے پر قمیص کے بٹن کھول لیتے ہیں، اور کالر اُٹھا کر اسے گلے کی بجائے سر پر رکھ لیتے ہیں تاکہ سر ننگا نہ رہے حالانکہ یہ تمام اندازِ ''سر پوشی'' شرعی اعتبار سے درست نہیں۔ کیونکہ سر کو ڈھانپنے کے ضروری ہونے کی کوئی خاص دلیل صحیح نہیں ہے۔ البتہ اگر مطلق زینت اختیار کرنے سے پگڑی یا ٹوپی کی فضیلت اخذ کی جائے تو وہ ایک دوسری بات ہے اور وہ بھی محض

فضیلت کی حد تک ہے نہ کہ شرط یا وجوب کے لئے۔ان مطلق دلائل کا تذکرہ بعد میں کرینگے انشآءاللہ۔

نماز میں پگڑی کے فضائل والی روایات کا جائزہ:

یہاں پہلے ان احادیث کا جائزہ پیش کرنا ضروری ہے جن میں پگڑی یا ٹوپی کی بہت ہی زیادہ فضیلت بتائی گئی ہے جو کہ سب من گھڑت اور ضعیف ہیں۔

پہلی حدیث: نماز میں پگڑی یا ٹوپی سے سر کو ڈھانپنے کی فضیلت پر دلالت کرنے والی جن بعض احادیث کو پیش کیا جاتا ہے، ان میں سب سے پہلی حدیث ابن النجار نے (محمد بن مہدی المروزی تک) اپنی سند سے روایت کی ہے۔جس میں مہدی بن میمون بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے بیٹے حضرت سالم کے یہاں پہنچا تو دیکھا کہ وہ عمامہ و(پگڑی) باندھ رہے ہیں۔اُنہوں نے مجھ سے مخاطب ہو کر فرمایا: اے ابوایوّب:

﴿اَلاَ اُحَدِّثُکَ بِحَدِیْثٍ تُحِبُّهٗ وَتَحْمِلُهٗ وَتُرْوِیْهِ؟﴾

’’میں تمہیں ایک حدیث نہ سناؤں جسے تم پسند کرو اور یاد رکھو اور آگے بیان کرو‘‘

میں نے عرض کیا ضرور سُنائیں، تو انہوں نے فرمایا:

﴿دَخَلْتُ عَلٰی عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ عُمَرَ وَهُوَ یَعْتَمُّ﴾

’’میں اپنے والدِ گرامی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس گیا جب کہ وہ عمامہ باندھ رہے تھے۔‘‘

اُنھوں نے مجھے فرمایا:

﴿یَا بُنَیَّ اَحِبَّ الْعِمَامَةَ یَا بُنَیَّ اِعْتَمَّ تُجَلُّ وَ تُکَرَّمُ وَ تُوَقَّرُوَ لاَ یَرَاکَ الشَّیْطَانُ اِلّاَوَلّٰی هَارِباً. اِنِّیْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ یَقُوْلُ: صَلوٰةٌ بِعِمَامَةٍ تَعْدِلُ بِخَمْسٍ وَّعِشْرِیْنَ صَلوٰةً بِغَیْرِ عِمَامَةٍ وَ جُمُعَةٌ بِعِمَامَةٍ ، تَعْدِلُ سَبْعِیْنَ جُمُعَةً بِغَیْرِعِمَامَةٍ، اِنَّ الْمَلآئِکَةَ یَشْهَدُوْنَ الْجُمُعَةَ

مُعْتَمِّيْنَ. وَلاَ يَزَالُوْنَ يُصَلُّوْنَ عَلىٰ اَصْحَابِ الْعَمَائِمِ حَتّٰى تَغْرُبَ الشَّمْسُ﴾(۱)

''اے میرے بیٹے! عمامہ (پگڑی) کو محبوب رکھو۔اے بیٹے! عمامہ باندھ تمہاری جلالت وقدر، عزّت و شرف اور تعظیم وتوقیر ہوگی اور شیطان تمہیں دیکھتے ہی بھاگ جائے گا۔میں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سُنا ہے عمامہ (پگڑی) باندھ کر پڑھی گئی ایک نماز بغیر عمامے کے پڑھی گئی پچیّس (۲۵) نمازوں کے برابر ہوتی ہے اور عمامہ باندھ کر پڑھی گئی، ایک نمازِ جمعہ بغیر عمامہ پڑھی گئی جمعہ کی ستّر نمازوں کے برابر ہے۔ بے شک فرشتے عمامہ باندھ کر جمعہ میں حاضر ہوتے ہیں، اور غروبِ آفتاب تک دستار وعمامہ والوں کے لئے رحمت کی دُعائیں کرتے رہتے ہیں''۔

امام سیوطی رحمہٗ اللہ نے اس روایت کو تاریخ ابنِ عساکر اور الفردوس دیلمی کی طرف منسوب کیا ہے۔

اس کی استنادی حیثّیت: اس حدیث کی استنادی حیثّیت معلوم کی جائے تو پتہ چلتا ہے کہ محدّثین کرام نے اس کو من گھڑت قرار دیا ہے:

امام سیوطیؒ نے اسے **'' ذيل الاحاديث الموضوعة''** کے صفحہ ۱۱۰ پر نقل کیا ہے۔اور اس کے موضوع یا من گھڑت ہونے کے حکم کو برقرار رکھا ہے۔اسی طرح (تنزیہ الشریعہ میں) ابنِ عراق نے بھی ان کی متابعت کی ہے۔اور اسے من گھڑت روایات میں شمار کرنے کے باوجود امام سیوطیؒ سے ذھول ہوا۔تو ابنِ عساکر کے حوالہ سے اسے الجامع الصغیر میں بھی نقل کر دیا۔اور فتح القدیر شرح الجامع الصغیر میں علاّمہ مناویؒ نے امام سیوطیؒ کا تعاقب کرتے ہوئے لکھا ہے کہ حافظ ابنِ حجرؒ نے اس حدیث کو موضوع یعنی من گھڑت کہا ہے۔ اور پھر المقاصد صفحہ ۱۲۴ پر علاّمہ سخاویؒ نے بھی حافظ ابنِ حجرؒ کا یہ فیصلہ نقل کیا ہے، اور اسے پسند کیا ہے۔اور خود امام سیوطی نے ذیل الاحادیث الموضوعہ نامی اپنی کتاب میں ابنِ حجرؒ سے اس حدیث کی یہ حیثّیت نقل کی ہے۔

اور ماضی قریب کے معروف حنفی محدّث ملاّ علی قاری نے من گھڑت احادیث پر مشتمل اپنی کتاب ''الموضوعات'' (صفحہ ۵۱) میں فقہاءِ مالکیہ میں سے ابوالحسن علی بن محمد المصری الشاذلی سے ان کا اس حدیث کے بارے میں قول نقل کیا ہے۔جس میں وہ فرماتے ہیں:

﴿هَذَا حَدِيثٌ بَاطِلٌ﴾

"یہ باطل روایت ہے۔"

اور لسان المیزان(۳/۲۴۴) میں حافظ ابنِ حجر عسقلانیؒ نے کہا ہے:

﴿هَذَا حَدِيثٌ مَوْضُوعٌ﴾

یہ روایت جعلی و من گھڑت ہے۔

اور آگے حافظ ابن حجرؒ نے اس روایت کی سند کے راویوں عباس بن کثیر، ابوبشیر بن سیّار، محمد بن مہدی مروزی اور مہدی بن میمون کے غیر معروف و مجہول ہونے کا تذکرہ کیا ہے اور وضاحت کی ہے کہ حضرت سالم سے روایت کرنے والے راوی مہدی بن میمون وہ بصری مہدی نہیں، جن کی مرویات صحیحین میں ہیں، یہ کوئی دوسرے ہیں۔

اس حدیث کو محدّثِ عصر علاّمہ محمد ناصر الدین الالبانی نے اپنی کتاب سلسلة الاحادیث الضعیفه والموضوعة میں نقل کر کے اس پر بالتفصیل کلام کیا ہے جو اس کتاب کی جلد اوّل صفحہ ۱۵۸ تا ۱۶۰ پر دیکھا جا سکتا ہے۔(۲)

دوسری حدیث: اسی موضوع کی ایک دوسری حدیث بھی ہے، جس سے عمامہ و دستار یا پگڑی و ٹوپی پہن کر پڑھی جانے والی نماز کی فضیلت بیان کی جاتی ہے۔ وہ حدیث جسے حِلیہ ءاولیاء میں ابونعیم نے اور انہی کے طریق سے دیلمی نے الفردوس میں روایت کیا ہے،۔اس میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً مروی ہے:

﴿رَكْعَتَانِ بِعِمَامَةٍ خَيْرٌ مِّنْ سَبْعِيْنَ رَكْعَةً بِلاَعِمَامَه﴾ (۳)

"عمامہ باندھ کر پڑھی گئی دو رکعتیں، بلا عمامہ پڑھی گئی ستّر رکعتوں سے بہتر ہیں۔"

استنادی حیثیّت: اس روایت کو بھی محدّثینِ کرام نے من گھڑت کہا ہے، کیونکہ اس کی سند کے ایک راوی طارق بن عبدالرحمٰن ہیں جسے شرح الجامع الصغیر میں علاّمہ مناوی نے ضعیف ثابت کرتے ہوئے لکھا ہے کہ

امام ذہبیؒ نے اپنی کتاب الضعفاء میں وارد کیا ہے۔اور کہا ہے:

﴿لا یَکَادُ یُعْرَفُ﴾

''کہ یہ غیر معروف ہے۔''

اوراس کے بارے میں امام نسائیؒ کا قول نقل کیا ہے۔جس میں وہ فرماتے ہیں:

﴿لَیْسَ بِقَوِیٍّ﴾

''کہ یہ قوی نہیں ہے۔''

اورامام سخاویؒ نے اس روایت کے بارے میں '' المقاصد الحسنة'' میں کہا ہے:

﴿هَذَا الْحَدِیْثُ لَا یَثْبُتُ﴾

''یہ حدیث ثابت نہیں ہوتی۔یعنی صحیح نہیں ہے۔''(۴)

تیسری حدیث: سلسلته الاحادیث الضعیفة و الموضوعه میں اس کے مؤلفؒ نے لکھا ہے کہ میں نے حافظ ابن رجب حنبلیؒ کے خط سے لکھا ہوا ان کی شرح ترمذی کے نامکمّل مسودہ (۲/۸۳) کے ایک حصّہ کو دیکھا ہے،جس میں انہوں نے لکھا ہے کہ ابوعبداللہ امام احمد بن حنبلؒ سے ایک نصیبی شیخ محمد بن نعیم کے بارے میں پوچھا گیا اور بتایا گیا کہ اس شیخ نے عن سہل عن ابیہ عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ النبی ﷺ کی سند سے یہ حدیث بیان کی ہے:

﴿صَلٰوۃٌ بِعِمَامَةٍ اَفْضَلُ مِنْ سَبْعِیْنَ صَلٰوۃً بِغَیْرِ عِمَامَةٍ﴾

''عمامہ والی ایک نماز بغیر عمامہ سے پڑھی گئی ستّر نمازوں سے افضل ہے۔''

استنادی حیثّیت: یہ سُن کر امام احمدؒ نے اس کے بارے میں فرمایا:

﴿هَذَا کَذَّابٌ، هَذَا بَاطِلٌ﴾ (۵)

یہ (نصیبی شیخ محمد بن نعیم) کذّاب یعنی انتہائی جھوٹا اوراس کی بیان کردہ یہ روایت باطل ہے۔

چوتھی حدیث: دستار و عمامہ یا پگڑی و ٹوپی کی فضیلت کے بارے میں ایک اور روایت بھی ہے، جس میں ایک دوسرا انداز وارد ہوا ہے اور عمامہ پہن کر نماز پڑھنے کو دس ہزار نیکیاں کرنے کے برابر قرار دیا گیا ہے۔ چنانچہ الفردوس دیلمی کے حوالہ سے ذیل الاحادیث الموضوعہ (صفحہ ۱۱۱) میں امام سیوطیؒ نے یہ روایت وارد کی ہے۔ جو کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً مروی ہے۔ اس روایت میں ہے:

﴿اَلصَّلوٰةُ فِي الْعِمَامَةِ تَعْدِلُ بِعَشَرَةِ آلاَفِ حَسَنَةٍ﴾

''عمامہ باندھ کر نماز پڑھنا دس ہزار نیکیاں کرنے کے برابر ہے۔''

استنادی حیثیّت: امام سیوطیؒ نے اس روایت کو ذیل الاحادیث الموضوعہ یعنی من گھڑت احادیث کے ضمیمہ میں نقل کیا ہے اور اس کی سند کے ایک راوی ابان کو ''متّہم'' لکھا ہے۔ اور ابن عراق نے ''تنزیہ الشریعہ'' نامی کتاب (۲/ ۲۵۷) میں ان کی متابعت کرتے ہوئے اس راوی کو متّہم ہی قرار دیا ہے۔

اور حافظ ابن حجرؒ کی پیروی کرتے ہوئے ان کے شاگرد حافظ سخاویؒ نے اپنی کتاب **''المقاصد الحسنة''** صفحہ ۱۲۴ میں اس روایت کے بارے میں کہا ہے:

﴿اِنَّهُ مَوْضُوْعٌ﴾

''یہ روایت من گھڑت ہے۔''

اور ملاّ علی قاری نے ''موضوعات'' صفحہ ۵۱ میں مالکی فقیہہ شیخ ضوفی سے اس کے بارے میں لکھا ہے:

﴿اِنَّهُ حَدِيْثٌ بَاطِلٌ﴾

''کہ یہ روایت باطل ہے۔'' (۷)

اور عمامہ کی فضیلت کے بارے میں ممکن ہے کچھ اور احادیث بھی ہوں۔ لہٰذا اس سلسلہ میں ایک قاعدہ کلیہ ذہن میں رکھیں جو کہ علاّمہ ابن قیّمؒ کی ایک مختصر مگر نفیس ترین کتاب **''المنار المنيف فى الصحيح و الضعيف''** کے آخر میں ''كليات فى احاديث غير صحيحة'' کے عنوان کے تحت درج

کیا گیا ہے اور ضعیف احادیث کو پہچاننے کے قواعد وذرائع کے بیان پر مبنی اس کتاب میں علاّمہ موصوف نے انتہائی تبحّرِ علمی کا مظاہرہ فرمایا ہے۔ جو کہ قابل مطالعہ اور چھوٹے سائز کے صرف پونے دوسو صفحات کی کتاب ہے۔ کتاب کے محقق استاذ محمود مہدی استنبولی نے علاّمہ ابنِ قیمؒ کے ذکر کردہ ضعیف وموضوع احادیث کی پہچان کے قواعد میں سے ہی ایک یہ بھی لکھا ہے:

﴿لا يَصِحُّ فِي الْعِمَامَةِ حَدِيْثٌ وَلَكِنَّ الرَّسُوْلَ ﷺ كَانَ يَلْبِسُهَا﴾ (۸)

''عمامہ کی فضیلت کے بارے میں واردشدہ احادیث میں سے کوئی بھی صحیح نہیں ہے۔ البتہ نبی اکرم ﷺ عمامہ باندھا کرتے تھے۔''

اوران روایات کے موضوع وباطل ہونے میں اس لئے تردّد نہیں رہنا چاہئے کہ ان میں عمامہ والی نماز کا ثواب اتنا ہی بتایا گیا ہے جتنا اکیلے نماز پڑھنے والے کی نسبت باجماعت نماز پڑھنے والے کا ثواب ہے۔ جب کہ عمامہ باندھنا اور جماعت میں شامل ہونے میں زمین آسمان کا فرق ہے۔ کیونکہ عمامہ باندھنا زیادہ سے زیادہ مستحب ہے۔ بلکہ راجح تربات یہ ہے کہ یہ سُنّنِ عادت میں سے ہے۔ سُنّنِ عبادت میں سے نہیں (اور نبی اکرم ﷺ کی اتباع کی نیّت سے عادۃً پہننے پر ثواب بھی ہے مگر نماز باجماعت سے اس کا کیا مقابلہ ہے؟) وہ تو کم از کم سنّتِ مؤکّدہ کا درجہ رکھتی ہے۔ بلکہ بعض اہل علم نے تو جماعت کو نماز کا رکن وشرط بنادیا ہے کہ اس کے بغیر نماز ہی نہیں ہوتی، اگرچہ صحیح وراجح تر مسلک یہ ہے کہ جماعت فرض وواجب ہے جسے ترک کرنے سے نماز تو ہوجائے گی۔ لیکن وہ ترکِ جماعت پر سخت گناہگار بھی ہوگا (جس کی تفصیل ہم اپنی ایک دوسری کتاب میں ذکر کر چکے ہیں)۔

ایسے میں یہ کیسے ممکن ہے کہ شارع حکیم وعلیم محض عمامہ باندھ کر پڑھی گئی نماز کے اجر وثواب کو جماعت کے ساتھ پڑھی گئی نماز کے برابر بلکہ اس سے بھی زیادہ کردے (جیسا کہ ان روایات میں وارد ہوا ہے)۔ اور غالباً حافظ ابنِ حجرؒ نے اِسی نقطہ کے پیشِ نظر اس روایت کو من گھڑت قرار دیا ہے۔ (۹)

ان باطل روایات کے اثرات: ان ضعیف وباطل اور ناقابلِ حجّت واعتبار روایات کا ہی

نتیجہ ہے کہ آج ہمارے بعض بھائیوں نے خصوصاً پاک و ہند میں ٹوپی یا عمامہ کو وہ مقام دے دیا ہے کہ قمیص کا کالر تک اٹھا کر سر پر رکھ لیتے ہیں۔کوئی ننگے سر نماز پڑھ رہا ہو تو اسے کھا جانے والی نظروں سے گھورا جاتا ہے۔یا پھر کوئی نہ کوئی ازراہِ کرم کوئی بوسیدہ ٹوپی اس کے سر پر رکھ دیتا ہیں۔جسے قطعاً زینت کا باعث قرار نہیں دیا جا سکتا۔بلکہ ہماری مساجد میں دستیاب ہونے والی ٹوپیاں زینت تو کجا اُلٹا بدصورتی و بدذوقی اور سوءِ منظر کا سبب بنتی ہیں۔

اوّل تو ان روایات کی حیثیت معلوم ہونے سے پتہ چل گیا کہ ٹوپی یا عمامہ اور پگڑی و دستار کی کوئی فضیلت ثابت نہیں اور اگر نبی اکرم ﷺ کے دستار و عمامہ باندھنے کے عمل سے اس کی فضیلت مان بھی لی جائے تو پھر ضروری ہے کہ دستار و عمامہ یا ٹوپی و پگڑی نماز کے لئے استعمال کی جائے جسے دَورِ حاضر میں واقعی زینت وعزّت اور رعب و وقار کی علامت سمجھا جاتا ہے۔اور صرف نماز کے لئے ہی نہیں، عام حالات میں اِدھر اُدھر نکلنے یا کسی کے ہاں مہمان جانے کے لئے استعمال کیا جاتا ہو۔

محض سر کو ڈھکنا اور وہ بھی ایسی ٹوپیوں سے، جنہیں اگر آپ سے کہا جائے کہ سر پر پہن کر بازار کا چکر لگا لو یا کسی عزیز رشتہ دار کے یہاں سے ہو آؤ تو اسے پہن کر جانے میں آپ شرم محسوس کریں۔تو پھر کیا اللہ کی ذات اور اس کے گھر ہی (نعوذ باللہ) ایسے غیر اہم مقامات ہیں جس کے یہاں آپ ایسی مانگے کی ٹوپیاں اور وہ بھی ٹوٹی پھوٹی اور میلی کچیلی، پہن کر کھڑے ہو جاتے ہیں۔

اِدھر نماز سے فارغ ہوئے اور ٹوپی اتاری اور صفوں کی آخری دیوار کے پاس پھینک دی یا پھر اسے تہہ کر کے جیب میں محبوس کر دیا۔

یاد رکھیں کہ دستار و عمامہ مسلمان کی شان اور اس کا امتیاز ہے۔جو نماز کی نسبت نماز سے باہر عام حالات میں زیادہ ضروری ہے۔تاکہ مسلمان کی پہچان ہو سکے۔اور وہ دستار و عمامہ جو امتیاز کے طور پر عام حالات میں پہنا جائے وہی نماز میں بھی پہنا جانا چاہیئے۔

اور ان ٹوپیوں کو رواج دینے کے نتیجہ میں ہی اللہ کے گھروں کو اس طرح بھی ''غیر اہم'' بنایا جاتا

ہے۔ کہ انہیں اپنی ''سخاوت'' کا مرکز بناتے ہوئے ٹوپیاں خرید کر اس میں رکھی جاتی ہیں۔ جو تھوڑے ہی عرصے میں تیل اور مَیل سے اٹ جاتی ہیں۔ اور جا بجا سے پھَٹ جاتی ہیں۔ مگر مسجد سے ہٹائے جانے کا تصوّر بھی نہیں کیا جاتا۔ اسی طرح مسجد کو بلاوجہ ایک خیراتی ادارے کا سا رنگ دے دیا جاتا ہے۔ جو کہ بہر حال اللہ کے گھروں کے شایانِ شان ہرگز نہیں ہے۔ بلکہ یہ ان کے مقام اور تقدس کو مجروح کرنے کا ذریعہ ہے۔

ننگے سر نماز کا جواز

فضیلت والی روایات کی استنادی حیثیّت اور ان کے نتائج و اثرات کے بعد اب آیئے ننگے سر نماز کا حکم بھی معلوم کریں کہ آیا اس طرح نماز ہو جاتی ہے یا نہیں؟

اس سلسلہ میں برّ صغیر میں مسلمانوں کے دو بڑے مکتبِ فکر ہیں، ایک اہلسنّت اور دوسرے اہلحدیث، جب کہ اہلسنّت میں دو بڑی شاخیں ہیں اور وہ دونوں ہی احناف کہلواتی ہیں۔ ان میں ایک ہیں دیوبندی احناف اور دوسرے ہیں بریلوی احناف۔ اس طرح ہمارے سامنے تین بڑے مکتبِ فکر آتے ہیں۔ لہٰذا آیئے ان تینوں کے نزدیک ننگے سر نماز کی شرعی حیثیّت دیکھیں۔ چنانچہ ان تینوں میں سے غالب اکثریّت بریلوی حضرات کی ہے۔ لہٰذا پہلے بریلوی مؤقف دیکھیں۔

<u>ا۔ بریلوی مؤقف:</u> بریلوی موقف کو معلوم کرنے کے لئے جب اس مکتبِ فکر کے بانی مولانا احمد رضا خان کی تصریحات کا مطالعہ کرتے ہیں تو پتہ چلتا ہے کہ وہ اپنی کتاب ''احکامِ شریعت'' حصّہ اوّل مسئلہ ۵۴ کے ضمن میں لکھتے ہیں:

''اگر بنیّت عاجزی ننگے سر (نماز) پڑھتے ہیں تو کوئی حرج نہیں'' (۱۰)

اسی کتاب ''احکامِ شریعت، حصّہ دوم مسئلہ ۳۹ کے جزء ب میں لکھتے ہیں:

''اگر نماز کے دوران ٹوپی سر سے گر جائے تو اٹھا لینی چاہیئے۔ یہی افضل ہے جب کہ بار بار نہ گرے۔ اور اگر

تذلّل وانکساری کی نیّت سے سر برہنہ رہنا چاہے تو (گری ہوئی ٹوپی) نہ اُٹھانی چاہئیے''۔

بریلوی مکتبِ فکر کی دوسری کتاب ''عرفانِ شریعت'' حصّہ اوّل مسئلہ ۷ کے تحت لکھا ہے:

''اگر مقتدی عمامہ باندھے ہوں اور امام کے سر پر عمامہ نہ ہو تو نماز بلا تکلّف درست ہوگی۔''

لیجئے! بریلوی موقف خود اس مکتبِ فکر کے بانی و سرخیل کے اپنے اقوال و فتاویٰ کی روشنی میں واضح ہوگیا کہ ان کے علماء کے نزدیک ننگے سر نماز ہو جاتی ہے۔ اور یہ الگ بات ہے کہ سب سے زیادہ اسی مکتبِ فکر کے لوگ ننگے سر نماز پڑھنے والوں پر گرجتے اور برستے ہیں۔

۲۔ دیوبندی مؤقف: احناف میں بریلوی مکتب فکر کے بعد دوسرا مکتب دیوبندی ہے۔ جب کہ ان کی متداول کتب میں بھی ننگے سر نماز کو جائز لکھا گیا ہے۔ مثلاً امام طحاویؒ کی کتاب معانی الآثار (۲۳۴/۱) میں مذکور ہے:

''مردوں کے لئے صرف ایک ہی کپڑے میں نماز جائز ہے۔''

اور لکھا ہے کہ امام ابوحنیفہؒ، ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ کا بھی یہی قول ہے اور ظاہر ہے کہ جب ایک کپڑے میں نماز کو جائز قرار دیا گیا ہے تو یقیناً اس میں سر کو ڈھانپنا شامل نہیں ہو سکتا۔ جو ننگے سر نماز کے جواز کی دلیل ہو سکتی ہے۔

فقہ السنّہ میں سیّد سابق نے لکھا ہے:

''حنفیہ کے نزدیک ننگے سر نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں اور اگر یہ ننگے سر نماز پڑھنا خشوع کے لئے ہو تو یہ ان کے نزدیک مستحب ہے''(۱۱)

اور مغل بادشاہ اورنگ زیب عالمگیر کے زمانہ میں پانچ سو علماءِ احناف کی مرتب کی ہوئی کتاب فتاویٰ عالمگیری میں فقہ حنفی کی کتاب ''الذخیرہ'' سے نقل کرتے ہوئے لکھا گیا ہے:

﴿یُکْرَہُ الصَّلٰوۃُ حَاسِرًا رَاْسَہٗ اِذَا کَانَ یَجِدُ الْعِمَامَۃَ وَقَدْ فَعَلَ ذَالِکَ تَکَاسُلاً وَتَھَاوُناً وَلَا بَأسَ بِہٖ اِذَا فَعَلَہٗ تَذَلُّلاً وَ خَشُوْعًا بِلْ ھُوَ حَسِنٌ، کَذَافِی الذَّخِیْرَۃِ﴾

”ننگے سر نماز پڑھنا مکروہ ہے جب کہ اس کے پاس عمامہ بھی موجود ہو اور اس نے سُستی کرتے ہوئے اور عمامہ کو اہمیّت نہ دیتے ہوئے ننگے سر نماز پڑھی ہو۔اور اگر وہ خشوع وخضوع کے لئے ننگے سر نماز پڑھے تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں بلکہ یہ زیادہ بہتر ہے۔“

اور کتاب الذخیرہ میں ایسے ہی لکھا ہے۔

ایسے ہی فقہ حنفی کی معروف کتاب شرح وقایہ میں مکروہاتِ نماز کے ضمن میں لکھا ہے:

﴿وَصَلوتُہٗ حَاسِرًا رَاْسَہٗ لِلتَّکَاسُلِ اَوْلِلتَّھَاوُنِ بِھَا لاَ لِلتَّذَلُّلِ﴾

”سُستی کی وجہ سے یا عمامہ سے لاپرواہی کی وجہ سے ننگے سر نماز پڑھنا تو مکروہ ہے۔لیکن تذلّل وانکساری کے لئے ایسا کیا جائے تو پھر مکروہ نہیں ہے۔“

اس شرح وقایہ کے حاشیہ عمدۃ الرعایہ میں مولانا عبدالحیّ حنفیؒ للتذلّل کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

﴿لاَ لِلتَّذَلُّلِ اَیْ لِقَصْدِ التَّذَلُّلِ وَ اِظْھَارِ الْخُشُوْعِ. لاَ لِلتَّذَلُّلِ فَاِنَّ الْخُشُوْعَ فِی الصَّلوٰۃِ اَمْرٌ مُسْتَحْسَنٌ وَھُوَ وَاِنْ کَانَ مِنْ اَفْعَالِ الْقَلْبِ لٰکِنْ لاَ بَاْسَ بِاِظْھَارِ آثَارِہٖ فِی الظَّاھِرِ﴾

”یعنی اگر ننگے سر نماز پڑھنا تذلّل وانکساری کے لئے ہو تو مکروہ نہیں،ان الفاظ میں ”تذلّل کے لئے نہیں“ سے مراد یہ ہے کہ جب تذلّل اور خشوع کا اظہار کرنا مقصود ہو(تب مکروہ نہیں) کیونکہ نماز میں خشوع ایک اچھا فعل ہے۔یہ خصوع اگر چہ دراصل تو دل کے افعال سے ہے۔لیکن اس کے آثار وعلامات کو ظاہر کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں۔“

ایسے ہی دیوبند مکتبِ فکر کے علماء کی کتب میں سے احسن الفتاویٰ اور شرح التنویر میں بھی ننگے سر نماز کو جائز ودرست قرار دیا گیا ہے۔جنہیں ہمارے بھائی یا تو پڑھتے نہیں اور اگر پڑھتے ہیں تو بھول جاتے ہیں۔یا پھر تجاہلِ عالرفہ سے کام لیتے ہیں۔وجہ چاہے کچھ بھی ہو ہمیں اس سے کوئی غرض نہیں۔البتہ اپنی ذمّہ داری سے سبکدوش ہونے کے لئے ان کتابوں کا متعلقہ اقتباس اور ایک دیوبندی عالم مولانا لدھیانوی کا فتویٰ بھی آپ کے گوش گذار کئے دیتے ہیں۔

ایک فتویٰ: دیوبندی مکتبِ فکر کے ہی ایک عالم مولانا لدھیانوی کا ایک فتویٰ روزنامہ ''جنگ لاہور'' بابت ۳۰ اکتوبر ۱۹۸۶ء میں شائع ہوا تھا۔ جس میں انہوں نے مساجد میں پائی جانے والی چٹائی وغیرہ کی ٹوپیوں کی قباحتوں کے تذکرہ کے ساتھ ساتھ ننگے سر نماز کے جواز کا فتویٰ جاری کیا تھا، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ان کے بقول:

پہلی بات: یہ کہ چٹائی کی ٹوپیاں پہننے والوں کی نماز نہیں ہوتی۔ اور ایسی ٹوپیاں مسجد میں رکھنا جائز نہیں ہے۔ اور آگے اس کی وجوہات بیان کی ہیں جن میں سے مختصراً ایک وجہ یہ ہے کہ ان ٹوپیوں سے مسجد کا احترام مجروح ہوتا ہے۔

دوسری بات: دوسری وجہ یہ کہ ٹوپیوں پر مَیل کی تہہ اور پسینے کی بدبو خلافِ زینت اور ناگوار ہوتی ہے۔

تیسری بات: ٹوپیوں کو مسجد میں رکھنے کے عدمِ جواز کی ایک اور دلیل موصوف نے یہ بھی ذکر کی ہے کہ ان ٹوپیوں کے مسجد میں رکھنے کی وجہ سے لوگ مسجد کو عبادت گاہ کی بجائے خیراتی اور رفاہی ادارہ سمجھنے لگتے ہیں۔ جو مسجد کے مقاصد کے خلاف ہے اور اس سے مسجد کی توہین ہوتی ہے۔

چوتھی بات: مفتی صاحب موصوف نے فتویٰ میں احسن الفتاویٰ کے حوالہ سے شرح التنویر کی وہ عبارت بھی نقل کی ہے جو کہ مکروہات الصلوٰۃ کے ضمن میں ہے۔ جس میں کہا گیا ہے:

﴿وَصَلوتُہٗ حَاسراً اَیْ کَاشِفاً رَاْسَہٗ لِلتَّکَاسُلِ ، وَلاَ بَاْسَ بِہٖ لِلتَّذَلُّلِ﴾

''سُستی کی وجہ سے ننگے سر نماز پڑھنا مکروہ ہے اور انکساری کی نیّت سے ہو تو پھر کوئی حرج نہیں۔''

اس اقتباس کو نقل کر کے اس کے آخری الفاظ وَلاَ بَاْسَ بِہٖ لِلتَّذَلُّلِ سے نتیجہ اخذ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ بلا تکاسل (وسُستی) برہنہ (یعنی ننگے) سر نماز پڑھنے میں بھی کوئی کراہت نہیں ہے۔

یہ ایک دیوبندی عالم اور معروف مفتی کا فتویٰ ہے جس میں انہوں نے عقلی و نقلی دلائل کے ساتھ ننگے سر نماز کے

جواز اور مساجد میں ان ٹوپیوں کے رکھنے کے عدمِ جواز کی صراحت کی ہے۔(۱۲)

اس فتویٰ پر ایک دوسرے دیوبندی عالم مولانا سرفراز خان صفدر گکھڑوی کا تعاقب بھی روزنامہ ''جنگ ۔لاہور'' ۲ نومبر ۱۹۸۶ء کی اشاعت میں شائع ہوا۔جس میں انہوں نے اپنے تمام پیش رو آئمہ وعلماء کے فتاویٰ وتصریحات کے برعکس عوام الناس کے مروجہ رویّے کے پیشِ نظر اور شائقین کی تائید حاصل کرنے کے لئے ٹوپی کو لازم قرار دے دیا۔مگر کوئی واضح دلیل نہیں دے پائے۔اور کسی بھی بلا دلیل دعویٰ کے باطل ہونے کا اصول معروف ہے(۱۳)

۳۔اہلحدیث مؤقف: تیسرا مکتبِ فکر اہل الحدیث حضرات کا ہے جن کے نزدیک ننگے سر نماز تو ہوجاتی ہے۔خصوصاً جب یہ ضرورتاً بھی ہو۔لیکن محض سُستی ولا پرواہی کی بناء پر ننگے سر نماز پڑھنے کو فیشن ہی بنالینا، اسے وہ بھی پسند نہیں کرتے۔ بلکہ تمام احناف کی طرح اس صورت کو وہ بھی غیر مستحسن یا مکروہ وناپسندیدہ قرار دیتے ہیں۔

مجلّۂ اہلحدیث سوہدرہ: اس سلسلہ میں ایک مختصر فتویٰ مجلّہ اہل حدیث سوہدرہ (جو گوجرانوالہ۔ پاکستان کے ایک قریبی چھوٹے سے مگر معروف علمی گاؤں سوہدرہ سے شائع ہوتا تھا) اس کی جلد ۱۵، شمارہ ۲۲ میں شائع ہوا تھا۔جس میں مفتیٔ مجلّہ نے لکھا تھا:

''ننگے سر نماز ہو جاتی ہے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے جواز ملتا ہے مگر بطور فیشن لاپرواہی اور تعصّب کی بناء پر مستقل اور ابدالآباد کے لئے یہ عادت بنالینا جیسا کہ آجکل دھڑلے سے کیا جارہا ہے۔ ہمارے نزدیک صحیح نہیں۔ نبی ﷺ نے خود یہ عمل نہیں کیا۔''(۱۴)

مولانا سیّد محمد داؤد غزنویؒ: اسی سِلسلہ میں ممتاز اہلحدیث عالم مولانا سیّد محمد داؤد غزنویؒ سے جب پوچھا گیا کہ بدن پر کپڑے ہوتے ہوئے سر پر سے ٹوپی یا پگڑی اتار کر رکھ دینی، اور کوئی عذر بھی نہ ہو، اور ہمیشہ اسی طرح ہی نماز پڑھنا، اگرچہ فرض باجماعت مسجد میں ہو۔اس کے لئے شرعاً کیا حکم ہے؟ کیا اس طرح

نبی ﷺ یا صحابہ رضی اللہ عنہم سے ثبوت ملتا ہے؟ اور ننگے سر نماز پڑھنی افضل ہے یا سر ڈھانک کر؟ اور ساتھ ہی دلائل کا مطالبہ کیا گیا تو موصوفؒ نے ۲۹ جمادی الاولیٰ ۱۳۷۹ھ کو جو فتویٰ صادر فرمایا جسے انہوں نے اپنے والد بزرگوار کی طرف منسوب کیا ہے۔ وہ لاہور سے شائع ہونے والے ہفت روزہ ''الاعتصام'' کی جلد ۱۱ کے شمارہ ۱۸ میں نشر ہوا۔ وہ فتویٰ قدرے طویل ہے اس لئے اس کا حتی الامکان مفید خلاصہ پیش کیے دیتے ہیں۔ موصوف لکھتے ہیں:

''سر اعضائے ستر میں سے نہیں، لیکن نماز میں سر ننگا رکھنے کے مسئلہ کو اس لحاظ سے بلکہ آدابِ نماز کے لحاظ سے دیکھنا چاہیئے اور آگے کندھوں کو ڈھانکنے پر دلالت کرنے والی بخاری و مؤطا امام مالک کی روایات اور مؤطا کی شرح زرقانی (وتمہید) ابن عبدالبر، بخاری کی شرح فتح الباری، ایسے ہی شیخ الاسلام امام ابن تیمیہؒ کی کتاب الاختیارات اور امام ابنِ قدامہ کی المغنی سے تصریحات واقتباسات نقل کر کے ثابت کیا ہے کہ کندھے بھی اگرچہ اعضائے ستر میں سے نہیں ہیں، اس کے باوجود نبی اکرم ﷺ نے ایک کپڑا ہونے کی شکل میں ننگے کندھوں سے نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے۔ اسی طرح سر بھی اگرچہ اعضاءِ ستر میں سے نہ سہی لیکن آدابِ نماز میں سے یہ بھی ایک ادب ہے کہ بلا وجہ ننگے سر نماز نہ پڑھی جائے اور اسے ہی زینت کا تقاضا بھی قرار دیا ہے۔ اور آگے لکھا ہے:

''ابتدائے عہدِ اسلام کو چھوڑ کر جب کہ کپڑوں کی قلّت تھی اس کے بعد اس عاجز کی نظر سے کوئی ایسی روایت نہیں گزری، جس میں بہ صراحت یہ مذکور ہو کہ نبی اکرم ﷺ نے یا صحابہ رضی اللہ عنہم نے مسجد میں اور وہ بھی نماز باجماعت میں ننگے سر نماز پڑھی ہو، چہ جائیکہ معمول بنالیا ہو۔ اس رسم کو جو پھیل رہی ہے بند کرنا چاہیئے۔ اگر فیشن کی وجہ سے ننگے سر نماز پڑھی جائے تو نماز مکروہ ہوگی۔ اگر تعبّد اور خضوع اور خشوع و عاجزی کے خیال سے (ننگے سر) پڑھی جائے تو یہ نصاریٰ کے ساتھ تشبّہ ہوگا۔ اسلام میں ننگے سر رہنا سوائے احرام کے، تعبّد یا خشوع و خضوع کی علامت نہیں اور اگر کسل اور سُستی کی وجہ سے ہے تو یہ منافقین کی ایک خلقت سے متشابہ ہوگا:

﴿وَلَا يَأْتُوْنَ الصَّلٰوةَ اِلَّا وَهُمْ كُسَالٰى﴾ (التوبہ:۵۴)

''نماز کو آتے ہیں تو سُست اور کاہل ہو کر۔''

غرض ہر لحاظ سے یہ ناپسندیدہ عمل ہے۔(۱۵)

تو گویا موصوف کے نزدیک اگر چہ سر اعضائے ستر میں سے نہیں کہ اس کا ڈھانپنا واجب ہو البتہ آدابِ نماز کا تقاضا یہ ہے کہ اسے ڈھانپا جائے۔اور ننگے سر نماز کو عادت بنالینا نہ ثابت ہے نہ پسندیدہ۔

موصوف کا فتویٰ تو پورا ہی قابلِ مطالعہ تھا۔مگر ہم نے خلاصہ پر ہی کفایت کی ہے۔شائقین اسے ''الاعتصام'' کے مذکورہ شمارے میں یا پھر فتاویٰ علماءِ حدیث کی جلد چہارم صفحہ ۲۹۰- ۲۹۱ پر دیکھ سکتے ہیں۔

شیخ الحدیث مولانا محمد اسمٰعیل سلفیؒ: ننگے سر نماز کے سلسلہ میں ہم نے اہلحدیث مؤقف کا تذکرہ شروع کیا ہے۔جس کے ضمن میں ہم نے دو فتوے بھی ذکر کئے ہیں۔جب کے دوسرے فتویٰ والا استفتاء ہی ایک معروف اہلِ حدیث عالم شیخ الحدیث مولانا محمد اسمٰعیل (سلفی) آف گوجرانوالہ کی خدمت میں بھی پیش کیا گیا تھا۔جس پر موصوف نے بڑا تفصیلی جواب یا فتویٰ صادر کیا تھا۔جسے ہفت روزہ ''الاعتصام'' نے اپنی اسی اشاعت میں نشر کیا تھا۔جس میں مولانا غزنوی والا قدرے مفصّل مگر اس سے نسبتاً مختصر فتویٰ نشر کیا تھا۔

مولانا محمد اسمٰعیلؒ کا یہ فتویٰ بھی کافی مفصّل و مدلّل ہے جو کہ درمیانے سائز کی کتاب فتاویٰ علمائے حدیث کے چار صفحات پر مشتمل ہے جس میں پہلے موصوفؒ نے لکھا ہے کہ اس سوال پر تین وجوہ سے غور کیا جاسکتا ہے۔

۱۔ مطلق جواز اور اباحت کے لحاظ سے.

۲۔ افضلیّت یعنی آنحضرت ﷺ اور صحابہ کرام کے عام عمل کے لحاظ سے۔

۳۔ حُرمت اور عدمِ جواز کے لحاظ سے۔

اور پھر نماز میں سترِ مغلّظ (شرمگاہ) کو ڈھانپنے کے دلائل ذکر کئے ہیں اور ذکر کیا ہے کہ اعضاءِ ستر کو ویسے بھی ننگا رکھنا درست نہیں۔نماز میں تو قطعاً حرام و ناجائز ہوگا۔

یہ تو ہوا سترِ مغلّظ کے سلسلہ میں جب کہ:

''سر چونکہ بالاتفاق اعضائے ستر میں سے نہیں، اس لئے اگر کسی وقت ننگے سر نماز پڑھی جائے تو نماز بالاتفاق ہوگی۔اس کے لئے نہ بحث کی ضرورت ہے نہ احادیث کی ٹٹول کی ضرورت، جس طرح کوئی پنڈلی، پیٹ، پشت وغیرہ، اعضاء ننگے ہوں تو نماز جائز ہے، سر ننگے بھی درست ہے، لیکن اسے عادت نہیں بنانا چاہیئے''۔

امام اگر نماز کے بعد پاؤں آسمان کی طرف کرے یا مقتدی کوئی ایسی حرکت کریں، حدیث میں اس سے رکاوٹ ثابت نہیں ہوگی، لیکن عقلمند ایسا کرنے سے پرہیز کریگا۔ ننگے سر کی عادت بھی قریباً اسی نوعیت کی ہے۔ جواز کے باوجود ایسی عادات عقل وفہم کے خلاف ہیں۔ عقلمند اور متدیّن آدمی کو اس سے پرہیز کرنا چاہیئے ۔آنحضرت ﷺ ،صحابہ کرام اور اہل علم کا طریق وہی ہے جو اب تک مساجد میں متوارث اور معمول بہا ہے۔کوئی مرفوع حدیث صحیح میری نظر سے نہیں گزری، جس سے اس ننگے سر نماز کی عادت کا جواز ثابت ہو۔خصوصاً باجماعت فرائض میں بلکہ عادتِ مبارکہ یہی تھی کہ پورے لباس سے نماز ادا فرماتے تھے۔

امام بخاری کے بَابُ وُ جُوْبِ الصَّلوٰةِ فِی الثِّیَابِ وَ قَوْلِ اللهِ تَعَالیٰ:

﴿[خُذُ وْازِیْنَتَکُمْ عِنْدَ کُلِّ مَسْجِدٍ] وَ مَنْ صَلّٰی مُلْتَحِفًا فِیْ ثَوْبٍ وَاحِدٍ الخ﴾

نقل کرنے کے بعد لکھا ہے:

''امام بخاری کا مطلب یہی معلوم ہوتا ہے کہ وہ زینت کا مطلب یہ سمجھتے ہیں کہ اعضاءِ ستر ڈھانپنے کے علاوہ اچھے کپڑوں میں نماز ادا کی جائے۔عام ذہن کے لوگوں کو اس قسم کی احادیث سے غلطی لگی کہ ایک کپڑے میں نماز ادا کی جائے تو سر ننگا رہے گا، حالانکہ ایک کپڑے کو اگر پوری طرح لپیٹا جائے تو سر ڈھکا جا سکتا ہے، اور پھر صحیحین وسُنن کی متعدّد احادیث کی طرف اشارہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ کسی میں سر ننگا رکھنے کا ذکر نہیں، خصوصاً جس میں عادت اور کثرتِ عمل ثابت ہو۔پھر احادیث میں آنحضرت ﷺ کے ارشاد سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ صورت یا تو صرف اظہارِ جواز کے لئے ہے یا کپڑوں کی کمیابی کی وجہ سے ہے۔ان حالات سے جواز یا اباحت تو ثابت ہوسکتی ہے سُنّت یا استحباب ظاہر نہیں ہوتا۔اور حضرت عمرِ فاروق رضی اللہ عنہ والا اثر جو،

جس میں مختلف کپڑوں کا ذکر آیا ہے، اسے نقل کر کے لکھتے ہیں:

''اس سے کپڑوں کی قلّت اور عدمِ استطاعت صراحتاً سمجھ میں آتی ہے۔ اور یہ بھی ظاہر ہے کہ اگر پورے کپڑے میسّر ہوسکیں اور کوئی مانع نہ ہو تو تکلّف سے مسکنت کا اظہار نہیں کرنا چاہیئے''۔

اور آگے فتح الباری سے ایک سے زیادہ کپڑوں میں نماز مستحسن ہونے اور صاحب استطاعت کے لئے اس کے واجب وافضل ہونے، اور صرف ایک کپڑے میں نماز کو تنگ حالی پر محمول کرنے کا پتہ دینے والی تصریحات نقل کرنے کے بعد لکھا ہے:

''غرض کسی حدیث سے بھی بلا عذر ننگے سر نماز کو عادت اختیار کرنا ثابت نہیں۔ محض بے عملی یا بدعملی کی وجہ سے یہ رواج بڑھ رہا ہے، بلکہ جہلاء تو اسے سُنّت سمجھنے لگے ہیں'' العیاذ باللہ۔

اور نماز کے لئے ایک کی بجائے دو کپڑے پہننے اور ان سے زینت اختیار کرنے والی بعض روایات وآثار کو نقل کرتے ہوئے انہیں مؤیّدِ تزیّن وتجمّل قرار دیا ہے۔ عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری میں حافظ عینی نے مختلف مذاہب کے تذکرہ میں جو تفصیل بیان کی ہے، اس کا خلاصہ موصوف نے یہ ذکر کیا ہے:

''نماز ایک کپڑے میں درست ہے۔ لیکن جب وسعت ہو، کپڑے میسّر ہوں تو پھر صرف ایک پر اقتصار و اکتفاء مستحسن نہیں''۔

ایسے ہی المغنی ابنِ قدامہ سے بعض آثار واقوال نقل کرنے کے بعد موصوف فرماتے ہیں:

''ان تمام گزارشات سے مقصد یہ ہے کہ سر ننگا رکھنے کی عادت اور بلا وجہ ایسا کرنا اچھا فعل نہیں۔ یہ فعل فیشن کے طور پر روز بروز بڑھ رہا ہے۔ اور یہ بھی نامناسب ہے''۔

آگے چل کر اپنے اس جواب یا فتویٰ کے آخر میں مولانا محمد اسمٰعیل سلفی ؒ لکھتے ہیں:

''ویسے یہ مسئلہ کتابوں سے زیادہ عقل وفراست سے متعلق ہے۔ اگر حِسّ لطیف سے طبیعت محروم نہ ہو تو ننگے سر نماز ویسے ہی مکروہ معلوم ہوتی ہے۔ ضرورت اور اضطرار کا باب اس سے الگ ہے''۔ (۱۶)

اس فتویٰ میں موصوف نے ایک اثر کی بات بھی کی ہے جس سے ننگے سر نماز کے جواز پر استدلال کیا جاسکتا

ہے۔ جسے ہم بعد میں ذکر کریں گے اِن شآءاللہ۔

یہ تو اس تفصیلی فتویٰ کا اختصار ہے۔ جسے پوری تفصیل مطلوب ہو۔ وہ الاعتصام کا مذکورہ شمارہ یا مولانا علی محمد سعیدیؒ کے مُرتّب کردہ فتاویٰ علمائے حدیث کی جلد چہارم کا صفحہ ۲۸۶ تا ۲۸۹ دیکھ لے۔

خلاصۂ کلام: اہل حدیث علماء کے تین فتوے ہم نے آپ کے سامنے رکھ دیئے ہیں۔ جن میں سے بعض میں احناف کی طرح ہی بلا وجہ ننگے سر نماز پڑھنے کو مکروہ و ناپسندیدہ قرار دیا ہے۔ اور اسے فیشن کے طور پر ایسے کرنے والوں کو اور بھی بُرا سمجھا ہے۔ ہاں بوقتِ ضرورت ایسا کر لینے کے جواز و اباحت سے انہیں بھی انکار نہیں ہے۔ بلکہ صحیح بات پوچھیں تو مولانا سیّد محمد داؤد غزنوی اور مولانا محمد اسمٰعیل سلفیؒ کے دونوں فتووں پر بعض مالاحظات و مؤاخذات ممکن ہیں۔ لیکن ہم اس سے قطع نظر کرتے ہوئے ان کے مفصّل فتوؤں کے اس نچوڑ سے پوری طرح اتفاق کرتے ہیں، جو کہ دوسرے لفظوں میں مجلّہ اہل حدیث سوہدرہ کا مختصر فتویٰ بن جاتا ہے، جس میں کہا گیا ہے کہ ننگے سر نماز ہو جاتی ہے، لیکن بطورِ فیشن ولا پرواہی اور تعصّب کی بناء پر اسے مستقل اور ابدالآباد تک کے لئے عادت بنالینا صحیح نہیں ہے۔

ننگے سر نماز کے جوازِ وعدمِ جواز کے سلسلہ میں بریلوی، دیوبندی اور پھر اہل حدیث علماء کی تصریحات و فتاویٰ ذکر کئے جا چکے ہیں۔ جن کا تعلق برِّصغیر پاک و ہند سے ہے اور مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہاں عالمِ عرب کے دو ممتاز علماء کے خیالات بھی پیش کر دیئے جائیں۔

فقہ السنّہ سیّد سابق: نہ صرف عرب ممالک بلکہ عالمِ اسلام میں جانی پہچانی کتاب فقہ السنہ کے مؤلّف سیّد سابق نے اپنی اس شہرۂ آفاق کتاب میں ''کَشْفُ الرَّأْسِ فِی الصَّلوٰۃِ'' کے تحت ننگے سر نماز کا حکم بیان کیا ہے، جس کے ضمن میں لکھا ہے کہ ابنِ عسا کر نے (تاریخِ دمشق میں) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت بیان کی ہے:

﴿اَنَ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ کَانَ رُبَّمَا نَزَعَ قَلَنْسُوَتَہٗ فَجَعَلَھَا سُتْرَۃً بَیْنَ یَدَیْہِ﴾

''بعض دفعہ نبی اکرم ﷺ اپنے سرِ اقدس سے ٹوپی اتار لیتے اور اسے اپنے سامنے بطورِ سُترہ رکھ لیتے

تھے“۔(۱۷)

اور احناف سے نقل کیا ہے کہ ان کے نزدیک آدمی کے ننگے سر نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں اور اگر یہ فعل خشوع کے لئے ہوتو ان کے نزدیک مستحب ہے اور نماز میں سر کو ڈھانپنے کی افضلیّت پر دلالت کرنے والی کوئی دلیل وارد نہیں ہوئی (۱۸)۔

تو گویا سیّد سابق کے نزدیک ننگے سر نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں، جسے انہوں نے ابنِ عساکر کی روایت سے ثابت کیا ہے، بلکہ خشوع کی نیّت سے ہوتو مستحب ہے۔ جیسا کہ انہوں نے احناف سے نقل کرکے اسے برقرار رکھا ہے، اور سر کو ڈھانپ کر نماز پڑھنے کی افضلیّت پر دلالت کرنے والی کوئی دلیل نہیں ہے۔

مؤاخذات واعتراضات: موصوف کے اس اقتباس مین تین باتیں کہی گئی ہیں اور ان تینوں پر ہی مؤاخذات واعتراضات وارد ہوتے ہیں، مثلاً:

۱۔ یہ جو کہا گیا ہے کہ اگر خشوع کی نیّت سے ننگے سر نماز پڑھی جائے تو یہ مستحب ہے، جیسا کہ فقہ السنّہ کے علاوہ خود فقہ حنفی کی کتب سے بھی ہم ذکر کر آئے ہیں۔

اس استحباب کی کوئی دلیل نہیں ہے۔ بلکہ اس کے برعکس مولانا محمد داؤد غزنویؒ کے فتویٰ میں ہم ذکر کر آئے ہیں کہ انہوں نے ۲۹ جمادی الاولیٰ ۱۳۷۹ھ میں جو فتویٰ صادر فرمایا تھا، جسے انہوں نے اپنے زمانۂ طالب علمی میں اپنے والدِ گرامی مولانا سیّد عبدالجبار غزنویؒ سے سُنا تھا، جو اس وقتِ تحریر سے بھی دس سال پہلے کی بات ہوگی، اس میں انہوں نے کہا تھا:

”اگر تعبّد اور خضوع اور خشوع و عاجزی کے خیال سے ننگے سر نماز پڑھی جائے تو یہ نصاریٰ کے ساتھ تشبُّہ ہوگا، اسلام میں ننگے سر رہنا سوائے احرام کے، تعبّد یا خضوع کی علامت نہیں“۔(۱۹)

اور مولانا محمد اسمٰعیل صاحبؒ نے بخاری شریف سے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی مختلف کپڑوں کے ناموں والا حضرت عمرِ فاروق رضی اللہ عنہ کا ایک اثر نقل کرکے اس سے یہ بھی نتیجہ اخز کیا ہے:

”اگر پورے کپڑے میسّر ہوسکیں اور کوئی مانع نہ ہوتو تکلّف سے مسکنت (وخشوع) کا اظہار نہیں

کرنا چاہئیے۔''(۲۰)

اسی سلسلہ میں فقہ السنہ کی تحقیق و تعلیق کے طور پر لکھی گئی کتاب تمام المنّتہ میں علاّمہ ناصرالدین البانیؒ نے لکھا ہے:
خشوع کی نیّت سے ننگے سر نماز کا استحباب دین میں ایک ایسے حکم کو جاری کرنا ہے، جس کی کوئی دلیل نہیں سوائے رائے کے اور اگر یہ فعل حق ہوتا تو نبی اکرم ﷺ اسے ضرور اختیار فرماتے۔ اور اگر آپ ﷺ نے اختیار فرمایا ہوتا تو ضرور آپ ﷺ سے منقول ہوتا اور جب اس سلسلہ میں آپ ﷺ سے کچھ منقول نہیں ہوا تو یہ اس بات کی دلیل ہے کہ یہ نظریہ ایک خود ساختہ بدعت ہے۔ لہٰذا اس سے بچنا چاہئیے۔(۲۱)

اب رہی یہ بات کے ننگے سر نماز کو خشوع کی علامت قرار دینے کے لئے اور اسکا جواز و پیدا استحباب کرنے کے لئے اسے موسمِ حج میں بحالتِ احرام حاجی کے ننگے سر رہنے پر قیاس کیا جائے، جیسا کہ کتبِ فقہ میں وارد ہوا ہے (اور انصار السّنہ مصر کے بعض اخوان نے بھی اس سے جواز پر استدلال کیا ہے) تو یہ قیاس درست نہیں بلکہ صاحب تمام المِنّہ نے اسے قیاسِ باطل قرار دیا ہے۔ کیونکہ دورانِ احرام ننگے سر رہنا حج کا شعار ہے۔ اور یہ فعل مناسکِ حج میں سے ہے، جس میں دوسری کوئی عبادت اس کے برابر نہیں ہوسکتی۔ اور اگر یہ قیاس صحیح ہوتا تو پھر لازماً یہ بھی کہنا پڑتا کہ ننگے سر نماز پڑھنا (مستحب نہیں بلکہ) واجب ہے، کیونکہ حج میں (دَورانِ احرام) سر ننگا رکھنا واجب ہے۔ اور یہ ایک ایسا نقطہ ہے کہ جس کی رو سے اس قیاس سے رجوع کئے بغیر کوئی چارۂ کار ہی نہیں رہتا۔ ولعلّہم یفعلون (۲۲)

۲۔ فقہ السّنہ میں ایک دوسری بات یہ بھی کہی گئی ہے کہ نماز میں سر کو ڈھانپنے کی افضلیّت پر دلالت کرنے والی کوئی دلیل وارد نہیں ہوئی۔

مؤلّف کا کسی بھی دلیل کے وارد ہونے کی مطلقاً نفی کر دینا صحیح نہیں۔ البتہ اگر وہ کہتے ہیں کہ افضلیّت پر دلالت کرنے والی کوئی خاص دلیل وارد نہیں ہوئی تو پھر ان کی یہ بات مسلّم ہے۔ اور کسی خاص دلیل کا نہ ہونا کسی عام دلیل کے وارد ہونے کی نفی بھی نہیں کرتا، اور سر کو ڈھانپنے کی عام دلیل موجود ہے۔ اور اس قاعدے پر بھی تمام (علماءِ اصول کا) اتفاق ہے۔ کہ جب کوئی معارض و مخالف دلیل نہ ہو تو عام دلیل بھی حجّت ہوتی ہے

اور وہ عام دلیل یہ ہے:

''نماز کے لئے دَورِ حاضر سے کچھ پہلے کا معروف اسلامی لباس پہن کر اس سے زینت اختیار کرنا، دَورِ سلف صالحین میں ننگے سر رہنا، چلنا پھرنا اور اسی حالت میں ہی مساجد میں چلے جانا عرفِ عام میں اچھی حیثیت شمار نہیں کیا جاتا تھا۔ اور یہ بات ان کے یہاں خلافِ زینت تھی''۔ (۲۳)

نماز کے وقت زینت کو اختیار کرنے کا خود اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا ہے۔ جیسا کہ سورۂ اعراف آیت ۳۱ میں ارشادِ الٰہی ہے:

﴿یٰبَنِیْٓ اٰدَمَ خُذُوْا زِیْنَتَکُمْ عِنْدَ کُلِّ مَسْجِدٍ﴾

''اے بنی آدم! ہر نماز کے وقت زینت اختیار کرو۔''

نماز کے وقت زینت اختیار کرنے کی ترغیب نبی اکرم ﷺ نے بھی دلائی ہے۔ جیسا کہ طبرانی، اوسط، بیہقی اور معانی الآثار کے حوالہ سے ہم پہلے بھی حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی حدیث ذکر کر چکے ہیں۔ جس میں ارشاد نبوی ہے:

﴿اِذَا صَلّٰی اَحَدُکُمْ فَلْیَلْبَسْ ثَوْبَیْهِ فَاِنَّ اللّٰهَ اَحَقُّ مَنْ تُزُیِّنَ لَهٗ﴾ (۲۴)

''تم میں سے جب کوئی نماز پڑھے تو اپنے دونوں کپڑے پہنے، بے شک اللہ تعالیٰ اس بات کا زیادہ مستحق ہے کہ اس کے لئے زینت اختیار کی جائے۔''

اس آیت و حدیث اور سلف صالحین کے عُرف عام میں ننگے سر نہ پھرنے سے عمامہ وٹوپی کی فضیلت یا کم از کم ننگے سر نماز کی نسبت اس کی افضلیّت کا پتہ چلتا ہے۔ اور یہ عام دلیل ہے۔ جب کہ عمامہ کی فضیلت والی خاص احادیث ہم ذکر کر چکے ہیں کہ وہ سب واقعی موضوع و من گھڑت ہیں۔

۳۔ ننگے سر نماز کے دلائل کی استنادی حیثیّت: فقہ السنّہ کے مؤلّف سیّد سابق کے اقتباس پر وارد ہونے والے مؤاخذات و اعتراضات میں سے دو ذکر کئے گئے ہیں۔

پہلی دلیل: جب کہ اس اقتباس میں ایک تیسری بات بھی مذکور ہے کہ موصوف نے ننگے سر نماز

کے جواز کی دلیل کے طور پر (تاریخ دمشق) ابنِ عساکر کے حوالہ سے حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما کی بیان کردہ روایت پیش کی ہے، جس میں وہ بتاتے ہیں:

﴿اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ کَانَ رُبَّمَا نَزَعَ قَلَنْسُوَتَهٗ فَجَعَلَهَا سُتْرَةً بَیْنَ یَدَیْهِ﴾ (۲۵)

''نبی اکرم ﷺ بعض دفعہ اپنی ٹوپی اتار کر اسے اپنے سامنے بطورِ سُترہ رکھ لیتے تھے۔''

اس روایت سے دو وجوہ کی بناء پر ننگے سر نماز کے جواز پر استدلال نہیں کیا جا سکتا۔

اوّلاً: اس لئے کہ یہ روایت ضعیف ہے اور صاحب تمام المنّۃ کے بقول اس کے ضعیف ہونے پر دلالت کرنے کے لئے یہی امر کافی ہے کہ اسے روایت کرنے میں ابنِ عساکر متفرّد ہے۔ اور انہوں نے سلسلۃ الاحادیث الضعیفہ (۲۵۳۸) میں اس کا سبب بھی بیان کیا ہے۔

ثانیاً: اس لئے بھی اس روایت سے ننگے سر نماز کے جواز پر استدلال صحیح نہیں، کیونکہ اگر اس روایت کو صحیح بھی مان لیا جائے تب بھی یہ مطلق ننگے سر نماز کے جواز کی دلیل نہیں بن سکتی، بلکہ اس روایت کے ظاہری الفاظ بتا رہے ہیں کہ آپ ﷺ نے ایسا اس وقت کیا جب ایسی کوئی چیز میسّر نہ آئی جسے بطورِ سُترہ آپ ﷺ اپنے سامنے رکھ لیتے اور سُترہ کے بارے میں وارد شُدہ احادیث سے پتہ چلتا ہے کہ وہ سر کے ڈھانپنے سے بھی اہم فعل ہے۔ (۲۶)

اور وہ احادیث بھی اپنے موقع پر ذکر کی جائیں گی، اِن شآء اللہ۔ تو گویا علیٰ وجہ التنزّل اس روایت کو صحیح بھی مان لیا جائے تو اس میں مذکور نبی اکرم ﷺ کا فعل یعنی سرِ اقدس سے ٹوپی اتار کر اسے بطورِ سُترہ اپنے سامنے رکھ کر نماز پڑھنا ایک ایسی ضرورت کے لئے تھا جو کہ سر ڈھانپنے سے بھی زیادہ اہم ہے۔ لہٰذا اس سے مطلق جواز اخذ نہیں کیا جا سکتا۔

دوسری دلیل: تقریباً اسی حدیث سے ملتا جلتا ایک اثر سُنن ابی داوٗد میں ہے، اس سے بھی ننگے سر کے جواز پر استدلال کیا جاتا ہے۔ اس اثر میں عبداللہ بن محمد زہری بیان کرتے ہیں کہ سفیان بن عیینہ نے فرمایا:

﴿رَاَیْتُ شَرِیْکاً صَلّٰی بِنَا فِیْ جَنَازَۃِ الْعَصْرَ فَوَضَعَ قَلَنْسُوَتَہٗ بَیْنَ یَدَیْہِ یَعْنِیْ فِیْ فَرِیْضَۃٍ﴾(۲۷)

میں نے شریک کو دیکھا کہ انہوں نے ایک جنازہ کے موقع پر ہمیں عصر کی نماز پڑھائی اور اپنی ٹوپی فرض نماز پڑھاتے وقت اپنے سامنے رکھ لی۔ اس سے بھی استدلال کیا جاتا ہے، حالانکہ یہ اثر بھی کئی وجوہ کی بناء پر نا قابلِ حجّت واستدلال ہے، جیسا کہ مولانا اسمٰعیل سلفی صاحب لکھتے ہیں:

اوّلاً: اس لئے کہ یہ نہ تو مرفوع حدیث ہے کہ اس میں نبی اکرم ﷺ کا کوئی عمل بیان ہوا ہو، اور نہ ہی یہ کسی صحابی کا اثر ہے، بلکہ یہ صحابہ کے بعد والوں میں سے کسی کا اثر ہے۔

ثانیاً: یہ کہ یہ بھی معلوم نہیں کہ یہ شریک کون بزرگ ہیں، یہ شریک بن عبداللہ بن ابی نمر تابعی ہیں یا کہ شریک بن عبداللہ نخعی تبع تابعی ہیں۔ اور ان دونوں میں سے چاہے کوئی بھی کیوں نہ ہو، دونوں میں ہی کم وبیش ضعف پایا جاتا ہے۔ لہٰذا یہ اثر بھی ضعیف ہوا۔ اور پھر یہ کہ ان کا اپنا عمل ہے جو کسی طرح بھی قابل حجّت نہین۔

ثالثاً: اس لئے بھی اس اثر کو دلیل نہیں بنایا جاسکتا کہ امام ابوداوٗد نے اس اثر کو اپنی سُنن کے بَابُ الْخَطِّ اِذَا لَمْ یَجِدْ عَصَا کے تحت وارد کیا ہے کہ جب عصا نہ ہو تو سُترے کے لئے لکیر کھینچنے کا بیان۔ امام صاحب کے انداز سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہاں ضرورتاً سر ننگا رکھا گیا ہے کیونکہ جب انہیں سُترہ کے لئے کوئی چیز نہ ملی تو انہوں نے سُترہ کا کام ٹوپی سے لے لیا۔ ضرورت اور عذر سے سر ننگا رکھا جائے تو اس میں بحث نہیں۔ بحث اس میں ہے کہ فیشن اور عادت کے طور پر نماز میں سر ننگا رکھنا کہاں تک درست ہے؟ (۲۸)

تیسری دلیل: ایسے ہی ایک تیسری حدیث بھی ہے جس سے نہ صرف یہ کہ ننگے سر نماز کے جواز پر استدلال کیا جاسکتا ہے، کیونکہ اس میں تو ننگے سر مساجد میں آنے کے لئے امر کا صیغہ استعمال کیا گیا ہے۔

چنانچہ الکامل لابنِ عدی میں دو طریق سے اور تاریخِ دمشق ابنِ عساکر میں ایک طریق سے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً مروی ہے یعنی اس کلام کو نبی اکرم ﷺ کی طرف منسوب کیا گیا ہے، جس میں ہے:

﴿اِئْتُوا الْمَسَاجِدَ حُسَّرًا مُعَصَّبِيْنَ فَاِنَّ الْعَمَائِمَ تِيْجَانُ الْمُسْلِمِيْنَ﴾ (۲۹)

''مساجد میں ننگے سر آؤ اور پگڑیاں باندھ کر آؤ۔ بے شک پگڑیاں تو مسلمانوں کے تاج ہیں۔''

اور تاریخ ابنِ عساکر میں اس کے الفاظ میں معمولی سا فرق ہے، وہاں ہے:

﴿اِئْتُوا الْمَسَاجِدَ حُسَّرًا وَ مُقَنِّعِيْنَ فَاِنَّ ذٰلِكَ مِنْ سِيْمَا الْمُسْلِمِيْنَ﴾

''مساجد میں ننگے سر آؤ یا ٹوپی پہن کر یہ (ٹوپی پہننا ایک) مسلمانوں کی نشانی ہے۔''

اور معنی اس کا بھی تقریباً وہی ہے۔

اس روایت کے دونوں طرح کے الفاظ سے جیسا کہ ظاہر ہو رہا ہے کہ بیک وقت دو دلیلیں لی جا سکتی ہیں۔ ایک ننگے سر مساجد میں جانے اور نماز پڑھنے کے جواز کی، دوسری اس کے سراسر برعکس پگڑی یا عمامہ باندھنے کی فضیلت کی۔ لیکن افسوس یہ ہے کہ ان دونوں باتوں میں سے یہ روایت کسی ایک پر بھی استدلال کے لائق نہیں ہے۔ کیونکہ محدّثین کرام نے اسے سخت ضعیف بلکہ موضوع اور من گھڑت قرار دیا ہے کیونکہ اس روایت کے دونوں طرق میں ایک راوی میسرہ بن عبدربّہ ہے جو خود اس بات کا معترف ہے کہ وہ ''وضّاع'' ہے۔ یعنی روایتیں گھڑتا ہے۔ اور علاّمہ عُراقی نے اسے متروس قرار دیا ہے (۳۰)

اس کے ابنِ عساکر والے طریق میں جو کہ الکامل میں بھی ہے۔ اس میں ایک راوی مبشّر بن عبید ہے جس کے بارے میں ابن عدی نے کہا ہے:

﴿مُبَشِّرٌ هٰذَا بَيِّنُ الْاَمْرِ فِي الضُّعْفِ وَعَامَّةُ مَايَرْوِيْهِ غَيْرُ مَحْفُوْظٍ﴾

یہ مبشّر ضعیف ہونے میں واضح ہے، اور اس کی مرویات عموماً غیر محفوظ ہیں۔

اور امام احمد بن حنبل اس کے بارے میں فرماتے ہیں:

﴿كَانَ يَضَعُ الْحَدِيْثَ﴾

''وہ حدیثیں گھڑا کرتا تھا۔''

اور الضعفاء والمتروکین (۳/۳۰) میں امام ابنِ حبّان نے کہا ہے:

﴿يَرْوِيْ عَنِ الثِّقَاتِ الْمَوْضُوْعَاتِ لَا يَحِلُّ كِتَابَةُ حَدِيْثِهٖ اِلَّا عَلٰى جِهَةِ التَّعَجُّبِ﴾ (۳۱)
''یہ ثقہ راویوں سے من گھڑت احادیث بیان کرتا ہے۔اس کی مرویات کولکھنا بھی جائز نہیں سوائے بر سبیل تعجب کے۔''

یہ ہے اس حدیث کی حقیقت، اب بھلا ایسی حدیث سے استدلال کیسے روا ہوسکتا ہے۔

تمام المنۃ شیخ البانیؒ: عرب علماء سے دوسرے مشہور ومعروف عالم اور محدّثِ کبیر شیخنا صرالدین الالبانیؒ نے اپنی کتاب تمام المنۃ میں ننگے سر نماز پڑھنے کے بارے میں اپنے خیالات کا اظہار فرمایا ہے۔ چنانچہ موصوف اپنی اس کتاب کے صفحہ ۱۶۴ پر لکھتے ہیں کہ اس مسئلہ زیرِ بحث کے بارے میں میری رائے یہ ہے کہ ننگے سر نماز پڑھنا مکروہ ہے۔کیونکہ یہ بات مسلّم و طے شُدہ ہے کہ مسلمان کے لئے مستحب یہ ہے کہ وہ نماز میں سب سے اکمل و احسن حیثیت وصورت میں داخل ہو کیونکہ معجم طبرانی اوسط، بیہقی اور معانی الآثار طحاوی میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی حدیث میں نبی اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

﴿فَاِنَّ اللّٰهَ اَحَقُّ مَنْ تُزُيِّنَ لَهٗ﴾ (۳۲)
''بے شک اللہ تعالیٰ اس بات کا زیادہ مستحق ہے کہ اس کے لئے زینت اختیار کی جائے۔''

سلف صالحین کے عرفِ عام میں یہ اچھی صورت شمار نہیں کی گئی کہ ننگے سر رہنے اور ایسے ہی چلنے پھرنے اور اس طرح ہی عبادت گاہوں (مساجد) میں داخل ہونے کی عادت بنالی جائے۔ بلکہ یہ تو ایک اجنبی ومغربی عادت ہے جو بکثرت اسلامی ممالک میں اس وقت سے در آئی ہے، جب سے وہ ان ممالک میں (استعمار کی حیثیت سے) داخل ہوئے، اور اپنے ساتھ کتنی ہی فاسد و بدترین عادات لائے۔اور مسلمانوں نے ان کی نقل و پیروی شروع کردی، اس عادت اور ایسی ہی دیگر عاداتِ بد کو اپنانے کی وجہ سے مسلمان اپنا اسلامی تشخّص ہی کھو بیٹھے ہیں۔جب کہ یہ ہنگامی صورتِ حال اس لائق نہیں کہ اسے اپنے گذشتہ اور از دست رفتہ اسلامی عرف و تشخّص کی مخالفت کا ذریعہ بنایا جائے۔اور نہ ہی یہ عادت اس لائق ہے کہ اسے ننگے سر نماز ادا کرنے کے جواز کی دلیل بنالیا جائے (۳۳)

اس کے علاوہ موصوف نے اس کتاب کے اسی مقام پر ننگے سر نماز کے جواز پر دلالت کرنے والی روایات میں سے ایک کو ضعیف اور دوسری کو سخت ضعیف بلکہ موضوع اور من گھڑت قرار دیا ہے۔

ایک عجوبہ: علاّمہ موصوف نے ہی اپنی دوسری کتاب سلسلۃ الاحادیث الضعیفۃ والموضوعۃ میں جہاں عمامہ کی فضیلت پر دلالت کرنے والی یکے بعد دیگرے تین من گھڑت روایات نقل کی ہیں۔ وہاں ان کے بعد ان کے بُرے اثرات بھی ذکر کئے ہیں۔ وہاں ایک بات یہ بھی لکھی ہے: ''دستار و عمامہ یا ٹوپی و پگڑی پر اتنی شدّت کے ساتھ عمل کرنے والے لوگوں کی ایک بات انتہائی قابلِ تعجّب ہے کہ وہ داڑھی مونڈے یا منڈوانے کا گناہ تو مسلسل کرتے چلے جاتے ہیں، اور جب نماز کے لئے کھڑے ہوتے ہیں تو انہیں اپنے اس ارتکابِ گناہ کا کوئی شعور تک نہیں ہوتا۔ اور نہ ہی وہ اس سے اپنی نماز میں کوئی کمی محسوس کرتے ہیں۔ لیکن ٹوپی یا پگڑی کے معاملہ میں سُستی ہرگز نہیں کرتے، اس طرح ان لوگوں نے شریعت کے احکام کو الٹ کر رکھ دیا ہے کہ جو چیز اللہ کی طرف سے حرام تھی اسے مباح کرلیا، اور جو مباح تھی اسے واجب یا قریب واجب کرلیا ہے۔ (۳۴)

ان الفاظ سے موصوف کے رجحان کا پتہ چلتا ہے کہ ان کے نزدیک بھی عمامہ و دستار واجب نہیں بلکہ نماز ننگے سر بھی مباح و جائز ہے۔ لیکن یہ ناپسندیدہ فعل ہے۔ اور افضل و اولیٰ یہی ہے کہ ننگے سر نماز نہ پڑھی جائے۔

افشاءِ سلام کا حکم و فضیلت اور موانع: اسی پر بس نہیں بلکہ موصوف نے اسی مقام پر اس بات کو بڑے زوردار طریقہ سے بیان کیا ہے کہ عمامہ و ٹوپی کی ضرورت جتنی نماز کے لئے ہے، نماز سے باہر اس کی اس سے بھی زیادہ ضرورت ہے۔ کیونکہ یہ مسلمانوں کا شعار ہے جو انہیں غیر مسلموں سے امتیازی حیثیت دیتا ہے۔ خصوصاً دَورِ حاضر میں جب کہ مومن و کافر سب کے لباس (اور وضع قطع) ایک دوسرے سے ملتے جلتے ہیں یہاں تک کہ اب تو یہ بھی مشکل ہوگیا ہے کہ مسلمان جانے پہچانے یا انجانے ہر طرح کے مسلمانوں میں دعاء سلام کو عام کر سکے (۳۵)

گویا نہ تو مسلمان کے چہرے پر اسلامی شناخت یعنی داڑھی ہوتی ہے اور نہ ہی سر پر ٹوپی یا عمامہ اور لباس بھی ایک جیسے ہو گئے ہیں۔ اس ساری صورتِ حال میں تو سلام کے عام کرنے کے عمل میں بھی رکاوٹ آ رہی ہے۔ جسے کوئی جانتا ہے اسے تو سلام کہہ لیتا ہے۔ لیکن جسے کوئی نہیں جانتا اسے سلام کہنے میں یہ امر مانع ہوتا ہے کہ یہ مسلمان بھی ہے یا نہیں؟ کیونکہ کسی کے ماتھے پر یہ لکھا ہوا نہیں ہوتا کہ وہ کون ہے؟ اور کسی قسم کا اسلامی شعار اس پر واضح نہیں ہوتا۔ اور اب اگر وہ غیر مسلم ہے اور اسے سلام کہہ دیں تو اس ارشادِ رسالت مآب ﷺ کی خلاف ورزی ہوگی، جو صحیح مسلم، ابوداؤد اور ترمذی میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، جس میں ارشادِ نبوی ﷺ ہے:

﴿لَا تَبْدَؤُوا الْيَهُوْدَ وَ لَا النَّصَارىٰ بِالسَّلَامِ﴾ (۳٦)

"کہ (غیر مسلم) یہود و نصاریٰ کو سلام کہنے میں پہل مت کرو۔"

اور اگر اسے عدمِ پہچان کی وجہ سے سلام نہیں کہتا، حلانکہ وہ مسلمان ہے تو دوسرے ارشادِ رسالت مآب ﷺ کی نافرمانی ہوتی ہے جو کہ صحیح بخاری و مسلم، ابوداؤد، الادب المفرد، ابن حبّان اور ابوعوانہ میں حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، جس میں بہترین اسلام کیا ہے؟ کے جواب میں ارشاد ہے:

﴿تُطْعِمِ الطَّعَامَ وَ تَقْرَأُ السَّلَامَ عَلٰى مَنْ عَرَفْتَ وَمَنْ لَّمْ تَعْرِفْهُ﴾ (۳۷)

"کھانا کھلاؤ اور سلام کہو چاہے تم کسی کو جانتے ہو یا نہیں پہچانتے ہو۔"

یہ صورتِ حال مسلمانوں کی اپنی پیدا کردہ ہے۔ جس میں عمامہ و ٹوپی کا عام حالات میں استعمال نہ کرنا بھی اہم رول ادا کر رہا ہے۔ اور داڑھی منڈوانا اور مغربی طرز کے لباس کا عام استعمال اس پر مستزاد ہے۔ اور یہ سب عوامل مل کر افشائے سلام کے عملِ خیر و مطلوب میں رکاوٹ بن رہے ہیں۔ جب کہ افشائے سلام یعنی ہر کس و ناکس کو سلام کہنے کا نبی اکرم ﷺ نے حکم فرمایا ہے، جیسا کہ الادب المفرد امام بخاری، صحیح مسلم، ابوداؤد اور ترمذی میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

﴿لَا تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ حَتّٰى تُؤْمِنُوْا وَلَا تُؤْمِنُوْا حَتّٰى تَحَابُّوْا، اَوَلَا اَدُلُّكُمْ عَلٰى شَيْءٍ اِذَا

فَعَلْتُمُوْهُ تَحَابَبْتُمْ، اَفْشُوا السَّلَامَ بَيْنَكُمْ ﴾ (۳۸)

''تم اس وقت تک جنّت میں نہیں جاسکتے جب تک کہ ایمان نہ لے آؤ اور اس وقت تک مومن نہیں ہوسکتے جب تک کہ ایک دوسرے سے محبّت نہ کرو۔ کیا میں تمہیں ایسا عمل نہ بتاؤں جسے اپنانے سے تم باہم ایک دوسرے سے محبّت کرنے لگو، آپس میں سلام کو عام کرو۔''

اور بخاری و مسلم کی ایک متفق علیہ حدیث میں ابو عمارہ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں:

﴿اَمَرَنَا رَسُوْلُ اللهِ ﷺ بِسَبْعٍ بِعِيَادَةِ الْمَرِيْضِ، وَ اِتِّبَاعِ الْجَنَائِزِ وَ تَشْمِيْتِ الْعَاطِسِ وَ نَصْرِ الضَّعِيْفِ وَعَوْنِ الْمَظْلُوْمِ وَ اِفْشَاءِ السَّلَامِ وَ اِبْرَاءِ الْمُقْسِمِ﴾ (۳۹)

''نبی اکرم ﷺ نے ہمیں سات کاموں کا حکم فرمایا:

۱. بیمار کی عیادت و تیمارداری کا۔

۲. جنازے کے پیچھے چلنے (یعنی جنازہ پڑھنے) کا۔

۳. چھینک مارنے (پر اَلْحَمْدُ لِلّٰہ کہنے) والے کا (یَرْحَمُکَ اللہ کہہ کر) جواب دینے کا۔

۴. ضعیف و کمزور کی مدد کرنے کا۔

۵. مظلوم کے ساتھ تعاون کرنے کا۔

۶۔ سلام کو عام کرنے کا۔

۷. اور قسم کھانے والے کی قسم کو پورا کرنے کا۔''

یعنی کسی سے جو کام کروانے کے لئے کوئی قسم کھائے وہ کام کر دینا تا کہ اس کی قسم پوری ہو جائے۔ (۴۰)

ایسے ہی الادب المفرد امام بخاری، ترمذی، ابن ماجہ، دارمی، مستدرک حاکم اور مسند احمد میں ابو یوسف حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا:

﴿يَا اَيُّهَا النَّاسُ! اَفْشُوْا السَّلَامَ وَاَطْعِمُوْا الطَّعَامَ ، وَصِلُوْا الْاَرْحَامَ وَ صَلُّوْا وَالنَّاسُ نِيَامٌ﴾

''اے لوگو! سلام کو عام کرو، اور (محتاجوں کو) کھانا کھلاؤ، اور صلہ رحمی کرو، اور راتوں کو جب لوگ سوئے

ہوئے ہوں، نمازیں پڑھو (شب زندہ داری کرو)‘‘

اور جب تم یہ کام کرو گے تو:

﴿تَدْ خُلُوْا الْجَنَّةَ بِسَلَامٍ﴾ (۴۱)

’’سلامتی کے ساتھ جنّت میں داخل ہو جاؤ گے۔‘‘

الادب المفرد امام بخاری، ترمذی، مستدرک حاکم اور صحیح ابنِ حبّان میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

﴿اُعْبُدُ وْا الرَّحْمٰنَ ، وَ اَطْعِمُوْ ا الطَّعَامَ وَاَفْشُوْا السَّلَامَ﴾

’’اللہ کی عبادت کرو، اور (محتاجوں کو) کھانا کھلاؤ، سلام عام کرو۔‘‘

اگر تم ایسا کرو گے تو:

﴿تَدْ خُلُوْا الْجِنَانَ﴾ (۴۲)

’’تم جنّت میں داخل ہو جاؤ گے۔‘‘

سلام کہنے کی فضیلت و برکت کا اندازہ اس حدیث سے بھی ہو جاتا ہے جس میں ابوداؤد و ترمذی اور نسائی کی روایت کے مطابق حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ:

﴿جَآ ءَ رَجُلٌ اِلٰی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: السَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَدَّ عَلَیْہِ ثُمَّ جَلَسَ، فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَشْرٌ.....﴾

’’ایک آدمی نبی اکرم ﷺ کے پاس آیا اور اس نے کہا اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ آپ ﷺ نے اس کے سلام کا جواب دیا۔ پھر وہ شخص بیٹھ گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا، دس نیکیاں۔‘‘

پھر دوسرا آدمی آیا اس نے کہا، اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰہِ، آپ ﷺ نے اس کا جواب دیا، پھر وہ بیٹھ گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: بیس نیکیاں اور پھر ایک اور آدمی آیا تو اس نے کہا، اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہ، آپ ﷺ نے اس کے سلام کا جواب دیا اور جب وہ بیٹھ گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: تیس

نیکیاں (۴۳)
الادب المفرد امام بخاریؒ اور صحیح ابن حبان میں یہی حدیث حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے۔
جیسے جیسے کوئی سلام کے الفاظ میں اضافہ کرتا جائے ثواب اور نیکیوں کی تعداد بڑھتی جاتی ہے۔ اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ والی حدیث میں نیکیوں کا لفظ اور تعداد دونوں وارد ہوئے ہیں اور یہ تین کلمات تو صحیحین میں ثابت ہیں (۴۴)۔
جب کہ بعض اضافی کلمات کی تفصیل فتح الباری (۱۱/۳، ۷، ۳۶، ۳۸) میں موجود ہے۔
اندازہ فرمائیں کہ سلام کہنے کی کس قدر فضیلت وثواب ہے جس سے ہمیں کسی حد تک کبھی محض اس لئے محروم ہونا پڑتا ہے کہ مسلمان کے اسلامی شعائر کو ترک کرنے کی وجہ سے ہم اسے پہچان نہیں پاتے۔ وہ شعائر جن میں سے ایک عمامہ یا ٹوپی بھی ہے۔

جہاں مسلم وکافر ملے جلے بیٹھے ہوں: یہاں ایک مسئلہ ذکر کر دینا مناسب لگتا ہے کہ اگر کہیں آپ دیکھتے ہیں کہ مسلم وکافر ملے جلے بیٹھے ہیں، یا کام میں لگے ہوئے ہیں تو آپ کو مسلمانوں کی نیّت سے ضرور سلام کہہ لینا چاہیئے۔ کیونکہ اس کا ثبوت صحیح احادیث میں موجود ہے۔ چنانچہ صحیح بخاری ومسلم اور ترمذی میں حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما سے مروی ہے:

﴿اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰہُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ مَرَّ عَلٰى مَجْلِسٍ فِيْهِ اِخْتِلَاطٌ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ وَالْمُشْرِكِيْنَ عَبَدَةِ الْاَوْثَانِ وَالْيَهُوْدِ فَسَلَّمَ عَلَيْهِمُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰہُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سلّم﴾ (۴۵)

نبی اکرم ﷺ ایک ایسی مجلس کے پاس سے گزرے جس میں مسلمان اور مشرکین یعنی بتوں کے پجاری اور یہودی سب ملے جلے بیٹھے تھے۔ نبی اکرم ﷺ نے ان کو سلام کہا۔
عمومی لفظ کے ساتھ سلام کہنا مگر نیّت صرف مسلمانوں کی کرنا، اس کی صراحت تو امام نوویؒ نے کی ہے اور یہ اس بناء پر کہ غیر مسلم کو سلام کرنے میں ابتداء کرنا جائز نہیں ہے (جیسا کہ حدیث ذکر کی جا چکی ہے) اور امام ابن العربیؒ فرماتے ہیں کہ اگر اہلِ سنّت واہلِ بدعت، عدل پسند اور ظالم یا محبّ اور مبغض بیٹھے ہوں تو بھی اوّل

الذکر لوگوں کی نیّت کر کے عمومی الفاظ کے ساتھ سلام کہنا چاہیئے (۴۶)

سلام کی فضیلت اور متعلقہ چند امور تو ہم نے محض موانع کا ذکر کرنے کی مناسبت سے ذکر کر دیئے ہیں، ورنہ سلام سے متعلقہ احکام و مسائل تو بہت زیادہ ہیں لیکن سرِ دست وہ ہمارے موضوع سے خارج ہیں۔ لہٰذا یہاں ہم ان سے صرف نظر کر رہے ہیں۔ کبھی اللہ تعالیٰ نے موقع بخشا اور توفیق سے نوازا تو ان مسائل کی تفصیل بھی پیش کر دیں گے۔ اِن شآء اللہ تعالیٰ (۴۷)

ٹوپی و عمامہ یا کوئی ایک: یہاں ایک اور بات بھی آپ کے گوش گزار کر دیں کہ بعض لوگ عام حالات میں تو کیا خاص دَورانِ نماز بھی عمامہ یا ٹوپی نہیں رکھتے بلکہ ایسے لوگوں کی کثرت ہو رہی ہے۔ جب کہ ادھر کچھ لوگ وہ ہیں جو بال کی کھال اتارنے کے چکر میں لگے رہتے ہیں۔ اور یہ پوچھتے ہیں کہ نیچے ٹوپی اور اس کے اوپر عمامہ یا پگڑی یا دونوں بیک وقت ضروری ہیں یا دونوں یعنی عمامہ و ٹوپی میں سے کوئی ایک چیز بھی کافی ہے؟ اور کیا نبی اکرم ﷺ یا صحابہ کرام نے کبھی بغیر عمامہ کے ٹوپی پہنی ہے یا نہیں؟ اور عام لوگ تو عموماً صرف ٹوپی پر اکتفاء کرتے ہیں۔ لیکن ان کا کہنا ہوتا ہے کہ ٹوپی کے اُوپر لازم عمامہ باندھو، کیونکہ صرف ٹوپی پہننا مکروہ ہے۔ اور ان کا استدلال رُکانہ بن عبد یزید الہاشمی والی ابوداؤد و ترمذی اور بیہقی کی اس مرفوع حدیث سے ہوتا ہے، جس میں ہے:

﴿اِنَّ فَرْقَ مَابَیْنَنَا وَ بَیْنَ الْمُشْرِکِیْنَ الْعَمَائِمُ عَلٰی الْقَلَانِسِ﴾ (۴۸)

''ہمارے اور مشرکین کے مابین فرق یہ ہے کہ ہم ٹوپی پر عمامہ باندھتے ہیں۔''

جب کہ حقیقت یہ ہے کہ نماز اور نماز سے باہر ہمیشہ یا کبھی صرف ٹوپی کا استعمال بلاشبہ جائز و مباح ہے۔ اس پر پگڑی باندھنا نہ فرض و واجب ہے نہ سنّتِ مؤکّدہ۔

امام ترمذیؒ نے اس حدیث کو حسن غریب اور اس کی سند کو لَیْسَ بِالْقَائِمِ قرار دیا ہے۔ اور محقّق مشکوٰۃ شیخ البانیؒ نے ان کی تصدیق کی ہے۔ اور ماہنامہ محدّث دہلی کی جلد ۱۰ شمارہ ۳ میں صادر شُدہ ایک فتویٰ کی رو سے یہ روایت ضعیف ہے۔ اور اگر اسے صحیح بھی تسلیم کر لیا جائے تو ابن الملک وغیرہ شرّاحِ حدیث کے بیان کردہ

معنیٰ کے مطابق اس حدیث سے بھی (عمامہ کے بغیر) صرف ٹوپی پہننے کی کراہت ثابت نہیں ہوتی۔ بلکہ اس کے برعکس علاّمہ ابنِ قیمؒ کی تحقیق کے مطابق نبی اکرم ﷺ بغیر عمامہ کے صرف ٹوپی بھی استعمال فرمایا کرتے تھے۔ چنانچہ علاّمہ موصوفؒ اپنی بلند پایہ کتاب زادالمعاد فی ہدی خیر العباد میں فرماتے ہیں:

''نبی اکرم ﷺ کا ایک عمامہ تھا جسے ''سحاب'' کا نام دیا گیا تھا۔ اور وہ آپ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو پہنا دیا تھا''۔

آگے موصوف لکھتے ہیں:

﴿وَكَانَ يَلْبِسُهَا وَيَلْبِسُ تَحْتَهَا الْقَلَنْسُوَةَ وَكَانَ يَلْبِسُ الْقَلَنْسُوَةَ بِغَيْرِ الْعِمَامَةِ وَكَانَ يَلْبِسُ الْعِمَامَةَ بِغَيْرِ قَلَنْسُوَةٍ﴾ (۴۹)

''آپ ﷺ وہ عمامہ (سحاب) باندھتے تھے، اور اس کے نیچے ٹوپی بھی پہنتے تھے۔ آپ ﷺ عمامہ کے بغیر صرف ٹوپی بھی پہنتے تھے اور آپ ﷺ ٹوپی پہنے بغیر بھی عمامہ باندھتے تھے۔''

علاّمہ ابن قیمؒ کی تائید بعض آثار سے بھی ہوتی ہے۔ مثلاً صحیح بخاری شریف میں امام ابواسحاقؒ کا ایک اثر ہے جو کہ امام ابوحنیفہؒ کے استاد ہیں اور انہوں نے اڑتیس (۳۸) صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے حدیث روایت کی ہے۔ بخاری شریف میں ان کے بارے میں مذکور ہے:

﴿وَضَعَ اَبُوْ اِسْحَاقُ قَلَنْسُوَتَه‘ فِی الصَّلٰوةِ وَ رَفَعَهَا﴾ (۵۰)

''ابواسحاق نے اپنی ٹوپی کو حالتِ نماز میں نیچے رکھا اور اسے اُٹھایا (گویا کہ وہ نماز بھی صرف ٹوپی سے ادا فرماتے تھے)۔''

صرف ٹوپی کے استعمال کے جواز پر بعض اہل علم نے (جیسے مفتی ''محدّث'' دہلی مذکور وغیرہ ہیں) کچھ مرفوع احادیث سے بھی استدلال کیا ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ وہ ضعیف السند ہونے کی وجہ سے قابلِ حُجّت نہیں۔ مثلاً ترمذی و مسند احمد میں حضرت عمرِ فاروق رضی اللہ عنہ سے مروی ایک مرفوع حدیث ہے، جس میں ہے:

﴿اَلشُّهَدَاءُ اَرْبَعَةٌ رَجُلٌ مُؤْمِنٌ جَيِّدُ الْاِيْمَانِ، لَقِيَ الْعَدُوَّ فَصَدَّقَ اللهَ حَتّٰى قُتِلَ، فَذٰ فَذَالِكَ

﴿الَّذِیْ یَرْفَعُ النَّاسُ اِلَیْهِ اَعْیُنَهُمْ یَوْمَ الْقِیَامَةِ هٰکَذَا﴾

شہید چار ہیں۔ایک وہ مومن آدمی جو بڑے عمدہ ایمان والا ہے۔وہ میدانِ کارزار میں دشمن سے برسرِ پیکار ہوا اور اللہ (کی وحدانیت) کی تصدیق کی۔یہاں تک کہ جان دے دی۔یہی وہ شہید ہے جسے قیامت کے دن اتنا عظیم ورفیع مرتبہ ومقام ملے گا کہ لوگ اس کی طرف نگاہیں اٹھا کر دیکھیں گے؛

اور ترمذی میں یہ الفاظ بھی ہیں:

﴿وَرَفَعَ رَأْسَهٗ حَتّٰی سَقَطَتْ قَلَنْسُوَتُهٗ﴾

”اور (رفعت وبلندی بتانے کے لئے) انہوں نے اپنے سر کو اتنا اُٹھایا کہ سر سے ٹوپی گر گئی۔“

حضرت عمرِ فاروق رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کرنے والے حضرت فضالہ بن عبید سے بیان کرنے والے راوی ابویزید خولانی بیان کرتے ہیں:

﴿فَمَا اَدْرِیْ اَقَلَنْسُوَةُ عُمَرَ اَرَادَ اَمْ قَلَنْسُوَةُ النَّبِیِّ ﷺ﴾ (۵۱)

”میں نہیں جانتا کہ حضرت فضالہ کی مراد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی ٹوپی کا گرنا تھا یا کہ نبی اکرم ﷺ کی۔“

آگے دوسرے تین آدمیوں کا تذکرہ بھی ہے،امام ترمذیؒ نے اس حدیث کو حسن غریب قرار دیا ہے (۵۲)۔ جب کہ شیخ ناصر الدین البانی نے امام سیوطی کی الجامع الصغیر کی جو صحیح وضعیف،دو قسموں میں تقسیم کی ہے۔تو اس حدیث کو ضعیف قرار دیتے ہوئے انہوں نے ضعیف الجامع (۲/۳/۲۵۹) میں ذکر کیا ہے۔ایسے ہی ایک دوسری حدیث الرویانی اور ابنِ عساکر نے حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے،جس میں وہ بیان کرتے ہیں:

﴿کَانَ ﷺ یَلْبَسُ الْقَلَانِسَ تَحْتَ الْعَمَائِمِ وَ بِغَیْرِ الْعَمَائِمِ وَ بِغَیْرِ الْقَلَانِسِ وَکَانَ یَلْبَسُ الْقَلَانِسَ الْیَمَانِیَّةَ﴾ (۵۳)

”نبی اکرم ﷺ عمامہ کے نیچے ٹوپی پہنتے تھے اور بغیر عمامہ کے صرف ٹوپی بھی۔اور ٹوپی کے بغیر بھی عمامہ باندھتے تھے۔اور آپ ﷺ یمنی ٹوپیاں بھی پہنا کرتے تھے۔“

اس حدیث کو بھی امام سیوطی الجامع الصغیر میں لائے ہیں اور اُسے صحیح وضعیف میں الگ الگ کرنے والے محدّث مذکور نے اسے سخت ضعیف قرار دیتے ہوئے ضعیف الجامع میں درج کیا ہے۔

المختصر: یہ کہ علاّمہ ابن قیمؒ والی تحقیق کی رو سے صرف عمامہ و پگڑی باندھیں یا صرف ٹوپی پہنیں یا دونوں کو بیک وقت اوپر نیچے استعمال کریں، ہر طرح جائز ہے۔ ممانعت نہیں اور مذکورہ موضوع ختم کرتے ہوئے یہ بھی کہتے جائیں کہ، بخاری ومسلم کی ایک ذکر کردہ حدیث (الارواء ۱/۳۰۴) کی رو سے جمہور اہل علم کے نزدیک نماز میں کندھوں کے ننگے رکھنے کی ممانعت و نہی، نہی تنزیہی ہے۔ تحریمی نہیں یعنی یعنی کندھوں کا ڈھانپا ہوا ہونا بہتر ہے فرض وواجب نہیں۔ اور المغنی ابن قدامہ میں مذکور ہے کہ امام ابوحنیفہ، مالک اور شافعی رحمہم اللہ کا یہی مسلک ہے۔ لیکن امام احمد بن حنبلؒ کے نزدیک کندھوں کا ڈھانپنا بھی ضروری ہے۔ البتہ اگر کپڑا چھوٹا ہو شرمگاہ یعنی مقاماتِ ستر کی ستر پوشی کرے اور ننگے کندھوں سے نماز پڑھ لے (۵۴)

اب رہا معاملہ نماز میں مردوں کے سر ڈھانپنے کا تو اس سلسلہ میں عرض ہے کہ اول تو دستار و عمامہ یا ٹوپی و پگڑی عام حالات میں بھی استعمال کریں۔ کہ یہ شعار مسلم ہے اور جب عام حالات میں اسے ترک کر رکھا ہے تو کم از کم نماز کے وقت تو اچھی سی ٹوپی پہن لیا کریں۔ کیونکہ یہ انسان کے لئے زینت ہے مگر ہمارے ممالک کی مساجد میں یا پھر ہمارے ہی لوگوں کی لائی ہوئی اور ان مساجد میں رکھی گئی ٹوپیاں ہرگز زینت نہیں ہوتیں۔ ان کی نسبت تو ننگے سر نماز پڑھ لینا ہی بہتا ہے۔ کیونکہ ننگے سر بھی نماز ہو جاتی ہے۔ سر کو ڈھانپنا محض زینت وآدابِ نماز کا ایک تقاضا ہے کوئی فرض وواجب یا سنّتِ مؤ کدّہ بھی نہیں ہے۔ لہٰذا اگر کوئی ننگے سر نماز پڑھ رہا ہو تو اس کے گلے پڑنا، اس کے سر پر ٹوپی رکھنا یا اسے خشمگین نگاہوں سے گُھورنا ہرگز درست نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ بات کو سمجھنے کی توفیق سے نوازے (آمین) **وَاللّٰہُ لُمُوَفِّقُ**

وَالسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ **ابوعدنان محمد منیر قمر نواب الدین**

ترجمان سپریم کورٹ، الخبر

وداعیہ متعاون، مرکز دعوت والارشاد، الخبر، الدمام، الظہران (سعودی عرب)

فہرست مصادر و مراجع

نمبر شمار	اسم الکتاب	اسم المولف	طبع
۱	قرآن کریم		
۲	ارواء الغلیل	علامہ البانی	
۳	اعلام اھل العصر	علامہ شمس الحق ڈیانوی	طبع بیروت
۴	اعلام الموقعین	علامہ ابن قیم	طبع بیروت
۵	بلوغ المرام مع سبل السلام	حافظ ابن حجر عسقلانی	طبع بیروت ومصر
۶	تحفۃ الاحوذی شرح ترمذی	علامہ عبدالرحمن مبارکپوری	طبع مدنی
۷	تخریج احیاء علوم الدین	علامہ عراقی	طبع بیروت
۸	التعلیق المغنی	علامہ ڈیانوی	طبع بیروت
۹	التلخیص الجبیر	حافظ ابن حجر عسقلانی	جامعہ سلفیہ۔فیصل آباد
۱۰	جامع الاصول	امام ابن الأثیر	طبع بیروت والریاض
۱۱	الجوھر النقی حاشیہ سنن کبریٰ بیہقی	علامہ الترکمانی	دارالفکر۔بیروت
۱۲	حاشیۃ السندی والسیوطی علی النسائی	امام سندھی وسیوطی	دارالفکر۔بیروت
۱۳	حجاب المرأۃ المسلمۃ	تحقیق علامہ البانی	المکتب الاِسلامی۔بیروت
۱۴	زادالمعاد	علامہ ابن قیم	طبع الدوحہ۔القطر
۱۵	سبل السلام	علامہ صنعانی	طبع بیروت
۱۶	سنن ابن ماجہ	امام ابن ماجہ	طبع بیروت
۱۷	سنن ابوداؤد مع العون	امام ابوداؤد	طبع مدنی
۱۸	سنن دارقطنی	امام دارقطنی	طبع بیروت

نمبر شمار	اسم الکتاب	اسم مؤلف	طبع
۱۹	سنن دارمی	امام دارمی	طبع بیروت
۲۰	سنن ترمذی مع التحفہ	امام ترمذی	طبع مدنی
۲۱	سنن کبریٰ بیہقی	امام بیہقی	طبع بیروت،
۲۲	صحیح سنن نسائی	امام نسائی وعلامہ البانی	المکتب الاسلامی بیروت
۲۳	سلسلۃ الأحادیث الصحیحہ	علاّمہ البانی	المکتب الإسلامی۔بیروت
۲۴	سلسلۃ الأحادیث الضعیفۃ	علاّمہ البانی	المکتب الاسلامی۔بیروت
۲۵	شرح السنہ	امام بغوی	المکتب الاسلامی۔بیروت
۲۶	صحیح بخاری مع الفتح	امام بخاری	دار الإفتاء۔الریاض
۲۷	صحیح ابن حبان (الموارد)	امام ابن حبان و ھیثمی	طبع الریاض
۲۸	صحیح ابن خزیمہ	امام ابن خزیمہ	طبع الریاض
۲۹	صحیح مسلم مع النووی	امام مسلم	طبع۔بیروت
۳۰	صفۃ صلوٰۃ النبی ﷺ	علاّمہ البانی	دار المعرفۃ۔الریاض
۳۱	عون المعبود شرح ابوداؤد	علاّمہ شمس الحق ڈیانوی	طبع مدنی
۳۲	فتح الباری	علاّمہ ابن حجر عسقلانی	دار الإفتاء۔الریاض
۳۳	الفتح الربانی شرح مسند احمد الشیبانی	علاّمہ احمد عبدالرحمٰن البنّاء	دار الشہاب۔قاہرہ
۳۴	فقۃ السنہ (اردو)	محمد عاصم	مکتبہ چراغِ راہ۔کراچی
۳۵	فقۃ السنہ (عربی)	سید سابق	طبع بیروت
۳۶	کتاب التوحید	ابن بندہ	طبع بیروت
۳۷	صحیح بخاری مع انگلش ترجمہ	ڈاکٹر محسن خان	دار العربیۃ، بیروت
۳۸	مجمع الزوائد	علامہ ہیثمی	طبع۔بیروت

نمبر شمارہ	اسم الکتاب	اسم مؤلف	طبع
۳۹	المحلّی	علامہ ابن حزم	طبع۔ مصر
۴۰	مختصر صحیح بخاری	علامہ البانی	المکتب الاسلامی۔ بیروت
۴۱	مختصر صحیح مسلم	علامہ البانی	المکتب الاسلامی بیروت
۴۲	مختصر قیام اللیل	امام مروزی	الرسالۃ بیروت، وحدیث اکادمی۔ فیصل آباد
۴۳	المرعاۃ شرح مشکاۃ	علامہ عبیداللہ مبارکپوری	سانگلہ ہل۔ پاکستان
۴۴	مسند احمد	امام احمد بن حنبل	المکتب ا لاِسلامی۔ بیروت
۴۵	مشکوۃ بتحقیق البانی	اعلامہ خطیب تبریزی	المکتب ا لاِسلامی۔ بیروت
۴۶	مصنف ابن ابی شیبہ	امام ابن ابی شیبہ	الدار السّلفیہ، بمبئی
۴۷	مصنف عبدالرزاق	امام عبدالرزاق	المجلس العلمی، انڈیا
۴۸	المغنی	امام ابن قدامہ	طبع بیروت ومصر
۴۹	موَطاامام مالک مع التنویر	امام مالک	طبع بیروت
۵۰	نصب الرایۃ	علامہ زیلعی	طبع بیروت
۵۱	نیل الأوطار	امام شوکانی	طبع بیروت

مجلّات وجرائد

۵۲-۱ مجلّہ جامعہ ابراہیمیہ ،فتویٰ مولانا جانباز، سیالکوٹ

۵۳-۲ ہفت روزہ ا لاِ عتصام، حافظ احمد شاکر، لاہور

تراجم و تصانیف محمد منیر قمر

تاریخ طباعت	شائع کردہ	نام کتاب
1396ھ 1976ء	بزم الہلال، جامعہ سلفیہ فیصل آباد	1 آئینہ نبوت (سیرت النبی ﷺ ایک اچھوتے انداز میں)
1396ھ 1976ء	بزم الہلال، طبع اول	2 رمضان المبارک۔
1422ھ 2001ء	مکتبہ کتاب وسنت، طبع دوم	(روحانی تربیت کا مہینہ)
1400ھ 1981ء	الحاج علی محمد سعید الباقرین، شارجہ	3 کشف الشبہات (توحید)
1401ھ 1981ء	الحاج عامر محمد سعید الباقرین، شارجہ	4 مسنون ذکرِ الٰہی (مختصر)
1981ء	الحاج عامر محمد سعید الباقرین، شارجہ	5 مناسک الحج والعمرہ
1981ء	شیخ محمد صالح کندی، شارجہ	6 درآمدہ گوشت کی شرعی حیثیت
	صدیقی ٹرسٹ۔ کراچی	7 خنزیر کی چربی پر مشتمل اشیاء (اردو)
1401ھ 1981ء	مسلم اسٹوڈنٹس ایسوسی ایشن۔ ابرڈین یونیورسٹی	8 خنزیر کی چربی پر مشتمل اشیاء (انگلش)
1401ھ 1981ء	صدیقی ٹرسٹ۔ کراچی	9 انسانی تاریخ کی خفیہ ترین تحریک
1402ھ 1982ء	ادارۃ الاِسلامیہ۔ فیصل آباد	10 دعوت الیٰ اللہ اور داعی کے اوصاف
1401ھ 1982ء	الاِدارۃ الاِسلامیہ۔ فیصل آباد	11 وجوبِ عمل بالسنہ اور کفر منکر
1403ھ 1983ء	الاِدارۃ الاِسلامیہ۔ فیصل آباد	12 تین اہم اصولِ دین اور شروط الصلوٰۃ
1985ء	دار الافتاء۔ الریاض طبع اول	13 تین اہم اصولِ دین
1413ھ	المکتب التعاونی بالبدیعہ وغیرہ	۲۰۰۰ء تک (چھ ایڈیشن)
1411ھ 1991ء	روبی جیولرز۔ دبئی	14 قبولیت عمل کی شرائط (طبع اوّل)
1412ھ 1992ء	المہتاب انٹرپرائز ز۔ قطر	(طبع دوم)
1421ھ 2001ء	مکتبہ کتاب وسنّت، ریحان چیمہ، سیالکوٹ	(طبع سوم)

تاریخ طباعت	شایع کردہ	نام کتاب
1981ء	مکتبہ کتاب وسنّت، ریحان چیمہ، سیالکوٹ	15 مسنون ذکر الٰہی (مفصل) طبع اول
1994ء	,, ,,	طبع دوم
2001ء	,, ,,	طبع سوم
1992ء	مکتبہ ابن تیمیہ۔قطر	16 سیرت امام الانبیاء (طبع اول)
1993ء	مکتبہ کتاب وسنّت، ریحان چیمہ، سیالکوٹ	17 شراب اور دیگر منشیات (طبع اول)
1989ء	مکتبہ کتاب وسنّت، ریحان چیمہ، سیالکوٹ	18 سوئے حرم (حج وعمرہ) ..طبع اول
1995ء	,, ,,	طبع دوم
1990ء	مکتبہ کتاب وسنّت، ریحان چیمہ، سیالکوٹ	19 فقہ الصلوٰۃ (جلد اول)..طبع اول
1414ھ 1999ء	مکتبہ کتاب و سنّت ریحان چیمہ، سیالکوٹ	20 فقہ الصلوٰۃ (جلد دوم)
	نورِ اسلام اکیڈمی۔لاہور	21 فقہ الصلوٰۃ (جلد سوم) زیر کتابت
	زیر ترتیب	22 فقہ الصلوٰۃ (جلد چہارم)
1421ھ 2000ء	زیر کتابت	23 رمضان المبارک واحکام روزہ
	,,	24 احکام زکوٰۃ وصدقات
1421ھ 2000ء	مکتبہ کتاب وسنّت، ریحان چیمہ، سیالکوٹ	25 جہاد اسلامی کی حقیقت
1421ھ 2001ء	مکتبہ کتاب وسنّت، ریحان چیمہ، سیالکوٹ	26 سود ورشوت
1421ھ 2001ء	مکتبہ کتاب وسنّت، ریحان چیمہ، سیالکوٹ	27 زنا کاری وفحاشی
تیار برائے طباعت	,,	28 چند اختلافی مسائل میں راہِ اعتدال
تیار برائے طباعت	,,	29 مقالاتِ قمر
1421ھ 2000ء	,,	30 گلدستہ نصیحت سے پچاس پھول۔
تیار برائے طباعت	,,	31 پچاس سوال وفتاویٰ احکام حیض کے بارے
تیار برائے طباعت	,,	32 محرمات (حرام امور)

نام کتاب	شایع کردہ	تاریخ طباعت
33 ممنوعات (ناجائز امور)	،،	تیار برائے طباعت
34 لوطت واغلام بازی	مکتبہ کتاب وسنّت ، ریحان چیمہ، سیالکوٹ	1421ھ 2000ء
35 انسدادِ زنا ولواطت کیلئے اسلام کی تدابیر	مکتبہ کتاب وسنّت ، ریحان چیمہ، سیالکوٹ	1421ھ 2000ء
36 سورۃ فاتحہ فضیلت ومقتدی کے لئے حکم	مکتبہ کتاب وسنّت ، ریحان چیمہ، سیالکوٹ	تیار برائے طباعت
37 آمین۔ معنی ومفہوم، مقتدی کے لئے حکم	مکتبہ کتاب وسنّت ، ریحان چیمہ، سیالکوٹ	1421ھ 2000ء
38 رفع الیدین، جانبین کے دلائل کا جائزہ	،،	تیار برائے طباعت
39 درود شریف۔ فضائل واحکام	نورِ اسلام اکیڈمی۔ لاہور	1422ھ 2001ء
40 ظہور امام مہدی، (طبع اول)	مکتبہ کتاب وسنت، ریحان چیمہ، سیالکوٹ	1420ھ 2000ء
41 مسائل قربانی وعیدین		تیار برائے طباعت
42 الامام العلّامہ ابن باز	زیر کتابت	
43 الامام المحدّث الالبانی	زیر کتابت	
44 نماز پنجگانہ کی رکعتیں مع وِتر و تہجّد	علی فؤاد پبلشرز لاہور، توحید پبلیکیشنز بنگلور	1421ھ 2000ء
45 فریضہ امر بالمعروف ونہی عن المنکر اور ضرورتِ جہاد	مکتبہ کتاب وسنّت ، ریحان چیمہ، سیالکوٹ	2000ھ 1421ء
46 اسیرانِ جہاد اور مسئلہ غلامی	،، ،،	1422ھ 2001ء
47 جمعہ مبارک۔ فضائل ومسائل	مسودہ تیار برائے طباعت	
48 نماز باجماعت کا حکم	مسودہ تیار برائے طباعت	
49 مباحات ومکروھات ومفسداتِ نماز	مسودہ تیار برائے طباعت	
50 تفسیر سورۃ الحجرات	مسودہ تیار برائے طباعت	
51 تمباکونوشی	مکتبہ کتاب وسنّت ، ریحان چیمہ، سیالکوٹ	
52 دخولِ جنّت کے تیس اسباب	مکتبہ کتاب وسنّت ، ریحان چیمہ، سیالکوٹ	1421ھ 2000ء
53 انسانی جان کی قدر وقیمت اور فلسفۂ جہاد	مکتبہ کتاب وسنّت ، ریحان چیمہ، سیالکوٹ	1421ھ 2001ء

تاریخ طباعت	شایع کردہ	نام کتاب
	مسودہ تیار برائے طباعت	54 مسائل واحکام طہارت (مفصّل)
	مسودہ تیار برائے طباعت	55 قبروں پر مساجد یا مساجد میں قبریں اور مقاماتِ نماز
	مسودہ تیار، برائے طباعت	56 مسائل واحکام مساجد
	مسودہ تیار، برائے طباعت	57 نماز کیلئے مردوزن کا لباس
	مسودہ تیار، برائے طباعت	58 وجوبِ نقاب (چہرہ کا پردہ)
	مسودہ تیار، برائے طباعت	59 اوقاتِ نماز
	مسودہ تیار، برائے طباعت	60 مسائل واحکامِ آذان و اقامت
	مسودہ تیار، برائے طباعت	61 مصنوعی اعضاء کی صورت میں غسل ووضوء
	مسودہ تیار، برائے طباعت	62 ننگے سر نماز
	مسودہ تیار، برائے طباعت	63 نماز میں عدمِ پابندی اور تارکِ نماز کا حکم
	مسودہ تیار، برائے طباعت	64 غیر مسلموں سے تعلقات اور انکے جھوٹے کھانے پانی کا حکم۔
	مسودہ تیار، برائے طباعت	65 آدابِ دعا (مقامات، اوقات وغیرہ)
	مسودہ تیار، برائے طباعت	66 حج مسنون (شارجہ ٹیلیویژن سے نشر کردہ پروگرام)
	مسودہ تیار، برائے طباعت	67 مسائل واحکام لباس و پردہ
	مسودہ تیار، برائے طباعت	68 زیارتِ مدینہ منوّرہ (آداب واحکام)
	مسودہ تیار، برائے طباعت	69 مختصر مسائل واحکامِ طہارت ونماز
	مسودہ تیار، برائے طباعت	70 عیدِ میلاد النّبی ﷺ صحیح تاریخ ولادت مصطفیٰ، جشن میلاد وفات پر
	مسودہ تیار، برائے طباعت	71 رکوع میں آکر ملنے والے کی رکعت

تاریخ طباعت	شایع کردہ	نام کتاب
	,, ,,	72 خطباتِ مسجدِ نبوی ﷺ
	,, ,,	73 خطباتِ مسجد حرام